تصویر کے شرعی احکام

جس میں ہر قسم کی تصاویر اور فوٹو فلم کے
مُتعلّق شرعی احکام مُفصّل بیان کئے گئے ہیں

حضرت مولانا مُفتی مُحمّد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مُفتیٔ اعظم پاکستان

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی الیہ لولا ان ھدانا اللہ والصلوۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ وصفوۃ رسلہ الذی فوز الدنیا والاخرۃ فی الاقتفاء بھدیہ وھداہ۔ و علیٰ اٰلہ وصحبہ الذین ھم القُدوۃ والاُسوۃ فی فھم الکتاب والسنۃ والعمل بمقتضاہ حمدًا وصلوۃ لامنتھی لہ الارضاہ۔

مقدّمہ

زیرِ نظر رسالہ آج سے چوّن سال پہلے ۱۳۳۸ھ میں اُس وقت لکھا گیا تھا، جب کہ یہ ناکارہ گناہ گار ضابطہ کی طالب علمی سے ۱۳۳۶ھ میں فارغ ہو کر ابھی طالب علمی اور مُدرّسی کے درمیانی برزخ میں بنام معین المدرسین کچھ ابتدائی اسباق پڑھانے پر دارالعلوم دیوبند کی طرف سے مامور تھا۔ اس زمانے میں دار المصنفین اعظم گڑھ کے ماہنامہ معارف میں تصویر کشی اور فوٹو گرافی پر شرعی حیثیت سے ایک مکمل مفصل بحث حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے کئی قسطوں میں شائع ہوئی جس میں دورِ حاضر کے اندر تصویر و فوٹو کی فراوانی اور اس میں لوگوں کے ابتلاء عام اور بعض ضرورتوں کے پیشِ نظر مساہلت کا موقف اختیار فرمایا جس کا اختیار کرنا ابتلاء عام کے حالات میں قدیم فقہاء سے بھی منقول ہے۔

مگر وہ اس مساہلت میں ایسی حد پر پہنچ گئے کہ جس کی رو سے فوٹو کے ذریعہ حاصل کی ہوئی تصاویر تو سبھی حلال ہو گئیں اور غیر عکسی تصاویر بھی صرف پوجا پاٹ کی مورتیوں کے سوا اکثر مباح و جائز ہو گئیں جو صحیح روایات حدیث اور سلف

صالحین کے تعامل کے سراسر خلاف تھا۔

اسی زمانہ میں دار العلوم دیوبند سے ایک ماہنامہ بنام القاسم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم کی ادارت اور اُستاذ محترم حضرت مولانا اعزاز علی صاحب کی نگرانی میں نکلتا تھا دونوں بزرگوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس مقالہ پر تنقید لکھوں جس کو القاسم میں شائع کیا جاوے گا۔

میں اپنی کم عمری اور طالب علمی سے نیا نیا فارغ ہونے کی وجہ سے حضرت مولٰنا سید سلیمان صاحب قدس سرہٗ کے علمی مقام اور بزرگی سے بھی واقف نہیں تھا میں نے اساتذہ کی تعمیل حکم کے لئے بڑی آزادی سے اس مقالہ میں بہت مفصّل تنقید لکھی جو دیوبند کے ماہنامہ القاسم میں ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ سے ماہ صفر ۱۳۳۹ھ تک باقساط شائع ہوئی۔ اُس وقت یہ کس کو خبر تھی کہ بارہ پندرہ سال کے بعد اس مقدس ہستی کے ساتھ موافقت اور مرافقت ایسی ہوگی جو لب گور تک بلکہ انشاء اللہ آخرت میں بھی چلے گی جس کا ظہور مولانا موصوف کے تھانہ بھون کی طرف رجوع اور سیّدی حکیم الاُمت کی خدمت میں رہ کر کسبِ فیض سے ہوا، بہرحال اُس وقت ایک آزادانہ تنقید اس موضوع پر لکھی گئی اور شائع ہوگئی۔ اسی عرصہ میں یہ بھی معلوم ہُوا کہ مصر کے بعض علماء نے بھی فوٹو کی تصاویر کو جائز قرار دے دیا ہے جس پر مصر کے دوسرے علماء نے تنقیدیں لکھی ہیں مگر اتفاق سے اس وقت ان میں سے کوئی چیز میرے سامنے نہیں آئی جس سے بحث و تحقیق میں مدد ملتی۔

یہ تنقیدی مقالہ عام مسلمانوں میں پسند کیا گیا اور اس کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی فرمائشیں مختلف اطراف سے وصول ہوتی رہیں مگر اس طرح کی قیل و قال اور تنقیدات کو مستقل تصنیف کی شکل دینا طبعاً پسند نہ تھا نظر ثانی کر کے مسئلہ کی مثبت تحقیق کا مواد جمع کرنے کے لئے فرصت درکار تھی جو اس وقت میسر نہ ہوئی۔

پورے چودہ سال کے بعد جب کہ احقر دار العلوم دیوبند میں صدر مفتی کے

منصب پہ مامور ہو کر دن رات فتوٰی کی خدمت میں لگا ہوا تھا اور مشغلہ ہی فقہی مسائل بن گئے تھے، اطراف و اکناف سے تصاویر کے متعلق سوالات بکثرت آتے اور مختصر ہی فتوی کی صورت میں جواب کے ساتھ لوٹتے تھے اس وقت پھر بعض احباب کے فرمانے سے یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اس رسالہ کی اشاعت فائدہ سے خالی نہیں اگر کسی کو بھی عمل کی توفیق نہ ہو تو کم ازکم علم صحیح ہو کر گناہ کو گناہ تو سمجھے گا، اس کو جائز سمجھنے کے دوسرے اور سخت گناہ سے تو بچے گا اس کے علاوہ بعض خاص قسم کی تصاویر خاص حالات میں استعمال کر لینے کی گنجائش جو احادیث رسولؐ اور تعامل سلف سے ثابت ہے وہ لوگوں کے علم میں آجائے تو دیندار مسلمان تنگی سے بچ جائیں گے۔

چنانچہ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ میں اس مقالہ پر نظر ثانی کر کے التصویر لاحکام التصویر کے نام سے شائع کر دیا گیا جس میں جاندار چیزوں کی تصویر بنانے اور اس کے استعمال کرنے کے متعلق روایات حدیث — تعامل صحابہ و تابعین اور اقوال آئمہ مجتہدین کو جمع کر کے مسئلے کے ہر پہلو کو واضح کر دیا گیا اور بعض خاص حالات میں خاص قسم کی تصویریں جن کے استعمال کی گنجائش روایات حدیث اور اقوال آئمہ اور قواعد فقہیہ سے ثابت ہوئی ان کی بھی تفصیل لکھ دی گئی۔

اس مستقل رسالہ کی اشاعت سے کچھ مدت کے بعد حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی قدس اللہ سرہٗ کا ایک گرامی نامہ میرے پاس پہنچا جس میں لکھا تھا کہ اپنا رسالہ "التصویر لاحکام التصویر" جو آپ نے میرے ہی رد میں لکھا ہے اس کا نسخہ مجھے بھیج دیجئے۔ احقر نے فوراً تعمیل حکم کی یہ اس زمانے کی بات ہے جبکہ حضرت علامہ سید صاحبؒ نے مرشد تھانوی حضرت حکیم الامت کی طرف رجوع فرمایا اور تزکیہ نفس کے لئے بار بار تھانہ بھون حاضری کی نوبت آئی، تزکیہ ظاہر و باطن کے ساتھ ماضی کے اعمال و افعال پر بھی نظر ہونا اور کوتاہیوں کا تدارک کرنا لوازم میں سے ہے۔ حق تعالیٰ نے جب سید صاحبؒ کو اس مقام فنا پر سرفراز فرمایا

تو اپنے اعمال ماضیہ کے جائزے اور تلافی مافات کے ساتھ اپنی چالیس سالہ علمی تحقیقات اور مستقل تصانیف اور مقالات و مضامین اس جائزہ کا مستقل موضوع بنے اور بالآخر محرم ۱۳۶۲ھ میں معارف اعظم گڑھ مؤرخہ جنوری ۱۹۴۳ء آپ نے سلف صالحین کی اس سنت کو زندہ فرمایا اور "رجوع و اعتراف" کے عنوان سے ایک مضمون اپنی سب تصانیف اور تحریرات و مضامین کے متعلق اجمالاً اور خاص خاص مسائل سے رجوع کے متعلق تفصیلاً شائع فرمایا۔ اس میں مسئلہ تصویر کے بارے میں مضمون سابق معارف میں شائع ہوا تھا اس کے ان اجزاء سے پوری تصریح و وضاحت کے ساتھ رجوع کا اعلان فرمادیا جو جمہور فقہاء اُمت سے مختلف تھے۔

یہ رجوع و اعتراف کا مضمون علامہ سید صاحب کے کمال علم اور کمال تقویٰ کا بہت بڑا شاہکار ہے اس پر خود مرشد تھانوی سیدی حکیم الامۃ رحمۃ اللہ نے غیر معمولی مسرت کا اظہار نظم میں فرمایا۔ اگرچہ یہ مضمون خود ایک نہایت مفید مقالہ ہے جس کو اس جگہ پورا شائع کرنے کو دل چاہتا ہے لیکن بغرض اختصار صرف اتنا حصہ نقل کیا جاتا ہے جتنا مسئلہ تصویر سے متعلق ہے۔ یہ مضمون احقر نے محب محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کی تصنیف تذکرہ سلیمان سے نقل کیا جس میں موصوف نے حضرت سید صاحب کی سیرت کے حالات جمع فرمائے ہیں اس کے ص۱۱ پر ہے:

مسئلہ تصویر کے متعلق میں نے ۱۹۱۹ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں (۱) ذی رُوح کے فوٹو لینے یعنی عکسی تصویرکشی اور خصوصاً (۲) نصف حصہ جسم کے فوٹو کا جواز ظاہر کیا تھا۔ اس سلسلہ میں بعد کو ہندوستان اور مصر کے بعض علماء نے بھی مضامین لکھے جن میں سے بعض میرے موافق ہیں اور بعض میرے مخالف۔ لیکن بہرحال اس بحث کے سارے پہلو سامنے آگئے ہیں، اس لئے سب کو سامنے رکھ کر اب اس سے اتفاق ہے کہ صحیح یہی ہے کہ امر اول دستی تصویر کی طرح ناجائز ہے اور امر ثانی کا کھینچنا ناجائز اور کھنچوانا باضطرار جائز اور دھڑ کا بغیر سر

اور چہرہ کے دونوں جائز ہیں پوری تفصیل آئندہ لکھی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس وقت تک اگرچہ تصویر کشی اور اس کے استعمال میں عوام و خواص کا ابتلاء عام ہو چکا تھا مگر اس کے جواز پر کسی عالم نے بجز سید صاحبؒ کے ہندوستان میں قلم نہیں اٹھایا تھا۔ اور حضرت سیّد صاحبؒ نے اس سے بوضاحت رجوع کا اعلان فرمادیا۔

دوسری طرف یہ واقعہ بھی تقریباً اسی زمانے میں پیش آیا کہ ابوالکلام آزاد صاحب مرحوم جنھوں نے مدت دراز تک اپنا مشہور اخبار الہلال با تصویر شائع کیا۔ جب وُہ رانچی جیل میں تھے آپ کے متعلقین میں سے بعض حضرات نے آپ کی سوانح اور حالات کو بنام "تذکرہ" جمع کر کے اس کی اشاعت کا ارادہ کیا تو جدید مصنفین کی رسم کے مطابق انھوں نے رانچی جیل میں آپ کو خط بھیجا کہ مجھے اپنا فوٹو عنایت فرمادیں جس کو میں اس کتاب کے شروع میں لگانا چاہتا ہوں۔

اس پر علامہ ابوالکلام آزاد مرحوم نے جو جواب تحریر فرمایا وہ خود اسی تذکرہ میں ان الفاظ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

> "تصویر کا کھنچوانا۔ رکھنا۔ شائع کرنا سب ناجائز ہے یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور الہلال کو باتصویر نکالا تھا۔ اب میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہیئے نہ کہ ازسرِنو ان کی تشہیر کرنا چاہیئے۔"

مولانا ابوالکلام آزاد نے جس صفائی اور صراحت کے ساتھ نہ صرف اپنے سابقہ عمل سے رجوع بلکہ تائب ہونے کا ذکر فرمایا یہ بھی اُن کی عالی ہمتی اور دین کی فکر کی بڑی دلیل ہے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمادیں۔

ان دونوں حضرات کے رجوع کے بعد میری نظر میں اس رسالہ التصویر لاحکام التصویر کی اشاعت کی کوئی خاص ضرورت باقی نہ رہی تھی۔

ایک علمی تحقیق اور مسائل و دلائل کے مثبت پہلو کو شائع کرنے میں کوئی مضائقہ

بھی نہ تھا مگر ہوا یہ کہ اس رسالہ کے دو حصّے کر دیے گئے تھے۔ پہلا حصّہ مسائل و دلائل اور بحث کا مثبت پہلو تھا۔ دوسرے حصّہ میں حضرت سیّد صاحبؒ کے دلائل کا جواب انھیں کو مخاطب کرکے ناقدانہ لہجہ میں لکھا گیا تھا۔ حضرت سید صاحبؒ کے اعلان رجوع کے بعد اس حصّہ کو اسی طرح شائع کر دینا طبعاً گوارا نہ تھا اور نظرِ ثانی کرکے اس کو بدلنا ایک محنت و فرصت چاہتا تھا اسی لئے بہت سے حضرات کے تقاضا کے باوجود ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ سے ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ تک کے پورے چالیس سال میں یہ رسالہ شائع نہیں ہو سکا

اس چالیس سال کی مدت میں زمانہ کہاں سے کہاں پہنچا حالات میں کیا کیا انقلاب آئے۔ تصویر اور فوٹو زندگی کا جزء بن گئے دنیا کی کوئی چیز اس سے خالی نہ رہی عوام و خواص سبھی اس میں مبتلا ہو گئے۔ ہندوستان پاکستان اور خصوصاً عرب ممالک کے بڑے بڑے علماء فضلاء ارباب عمائم سبھی کی تصاویر اخباروں اور کتابوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان میں بہت سے علماء کو بغیر ان کے علم اور قصد کے فوٹو اسٹیج پر زبردستی لایا گیا ہے مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ بہت سے علماء خود گروپ فوٹوؤں میں کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس عموم و شیوع اور ابتلاء عام کا ایک طبعی تقاضا تو مایوسی اور خاموشی تھا۔ مگر دوسرا عقلی تقاضا یہ تھا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث متواترہ نے حرام و ناجائز قرار دیا ہے لوگوں کو آپ کے ارشادات سے باخبر کرنے اور مقدور بھر اس گناہ سے بچنے کے لئے کسی کے ماننے نہ ماننے بلکہ طعنے اور فقرے کسنے کی پروا کئے بغیر پوری جد و جہد کی جائے۔ جو عقل و شرع کا تقاضا ہے کیونکہ وبائی بیماری کے عام ہو جانے کے وقت اگر حفظ ماتقدم کے متعلق ساری ڈاکٹری تدبیریں فیل ہو جائیں اور وباء عام پھیل جائے تو کسی عقل مند کے نزدیک ڈاکٹر کا اس وقت یہ کام نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اب لوگوں کو یہ تلقین کرنے لگے کہ اس بیماری کو بیماری نہ سمجھو، نہ اس کا کوئی علاج کرو نہ اس سے بچنے کی فکر کرو بلکہ ڈاکٹر اس عموم وباء کے وقت بھی دوا و علاج نہیں

چھوڑتے اور ان میں بہت سے کامیاب بھی ہوتے ہیں۔

اسی لئے اس وقت کہ یہ ناکارہ گناہ گار اپنی عمر کا اٹھترواں سال شدید امراض اور سقوط قویٰ اور ضعف عمر کی حالت میں گذار رہا ہے اپنی بعض تصانیف پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس کرکے لیٹے بیٹھے یہ کام شروع کیا تو اس رسالہ کو اس لئے مقدم رکھا کہ اگر احقر نے اس کو اس حالت میں چھوڑ دیا تو میرے بعد جو کوئی اس کو طبع کریگا وہ اس کی موجودہ حالت میں جس کی اشاعت مجھے پسند نہیں۔ اس لئے بنام خدا تعالیٰ باوجود ضعف شدید نظر ثانی اور ضروری ترمیمات کے لئے قلم اُٹھایا واللہ الموفق والمعین۔

تنبیہ ضروری (الف) اس نظر ثانی میں یہ بھی ممکن تھا کہ رسالہ کے حصہ دوم کو جو شبہات و اشکالات کے جواب میں ہی ہے پورا حذف کر دیا جاتا۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ جو دلائل اور وجوہ حضرت سید سلیمان صاحبؒ جیسے بزرگ کو اس مسئلہ میں جمہور سے اختلاف کی طرف لے گئے وہ دوسرے علماء کو بھی پیش آسکتے ہیں بلکہ آرہے ہیں اس لئے ان کا جواب شافی ضروری ہے اس لئے احقر نے حصہ دوم کے طرز کو بدل کر شبہ اور جواب کا عنوان رکھ دیا۔

(ب) اس میں شک نہیں کہ اس زمانۂ ابتلاء میں لوگوں کو تصویر اور فوٹو سے اجتناب کرنے کے لئے کہنا بظاہر اُن کی زندگی کے قدم قدم پر مشکلات کھڑا کرنے کا مترادف معلوم ہوتا ہے لیکن شریعت اسلام کو حق تعالیٰ نے آسان تر بنایا ہے۔ اس لئے ضرورت کے مواقع میں گنجائشیں بھی روایاتِ حدیث اور اقوال سلف و خلف سے ثابت ہیں اس رسالہ میں ان کو بھی جمع کر دیا گیا ہے اور آخر میں سیدی حضرت حکیم الامۃ تھانوی قدس سرہٗ کے ایک وعظ کا خلاصہ بھی بطور ضمیمہ کے لگا دیا ہے جس کا نام نفی الحرج ہے یعنی دین اسلام میں تنگی نہیں۔ اس وعظ میں شریعت اسلام کی دی ہوئی سہولتوں کو جس طرح لکھا گیا ہے وہ صرف حضرت حکیم الامت ہی کا مقام تھا یہ وعظ صرف مسئلہ تصویر میں نہیں بلکہ زندگی کے ان تمام مسائل میں جن میں

بظاہر شریعت پر عمل دشوار نظر آتا ہے۔ ایک مشفق رہبر کا کام دیتا ہے اس ضمیمہ کو ضرور ملاحظہ فرمالیا جائے۔

ایک ضروری تنبیہ

تصاویر کی حرمت اسلام میں ہجرت مدینہ کے بعد ہوئی

تصاویر سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو معلوم کرنے سے پہلے یہ معلوم کرلینا مناسب ہے کہ:

(الف) تصاویر کی حرمت شریعت اسلامیہ محمدیہ کا مخصوص حکم ہے پہلے انبیاء کی شریعتوں میں تصاویر ممنوع نہیں تھیں جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ان کے حکم سے جنات کا تصاویر بنانا مذکور ہے۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ — بناتے ہیں ان کے لئے جو وہ چاہیں،

وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ — محرابیں اور تصاویر اور حوض جیسے بڑے بڑے ٹپ۔

(سبا: ۱۳)

اور ہجرت سے پہلے شریعت اسلام میں تصاویر کی حرمت کا ثبوت نہیں ہے۔ ہجرت کے بعد احکام حرمت کے آئے ہیں (کما ذکرہ فی فتح الباری ومرقات شرح المشکوٰۃ) ان احکام کی تفصیل آگے ملاحظہ فرماویں۔

تصویر اور تصویر کشی

پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

(۱) عن مسلم قال کنا مع مسروق	مسلمؒ سے روایت ہے کہ ہم مسروقؒ کے
فی دار یسار بن نمیر فرأی فی صفتہ	ساتھ یسار بن نُمیر کے گھر میں تھے مسروقؒ نے اُن
تماثیل فقال سمعت عبد اللہ قال	کے چبوترہ میں کچھ تصاویر دیکھیں تو فرمایا کہ میں نے
سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت عبداللہ سے سُنا ہے اُنھوں نے فرمایا کہ
یقول ان اشد الناس عذابا یوم	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ
القیامۃ المصوّرون۔	سب سے زیادہ سخت عذاب میں قیامت
(بخاری مع فتح الباری کتاب اللباس	کے روز تصویر بنانے والے ہوں گے۔
ص ۳۱۴ ج ۱۰)	

مسلم کی ایک روایت میں ہے، اس تصویر کے متعلق مسروق کی رائے یہ تھی کہ یہ کسریٰ کی تصویر ہے اور مسلم کا خیال یہ تھا کہ یہ حضرت مریمؑ کی تصویر ہے۔ حضرت مسروق نے اس کو کسی مجوسی کی بنائی تصویر سمجھا اور مسلم نے کسی نصرانی کی (فتح الباری) اس حدیث میں مصوروں کے لئے اشد العذاب کا ذکر اس آیت کے منافی نہیں جس میں آلِ فرعون کو اشد العذاب میں داخل کرنے کا ذکر ہے کیونکہ مراد عذابِ اشد میں داخل ہونا ہے۔ اس میں مصوّر بھی ہو سکتے ہیں آلِ فرعون بھی اور دوسرے مجرم بھی جیسا کہ حافظ نے طحاوی کی روایت سے مرفوعاً نقل کیا ہے اشد الناس عذابا یوم القیامۃ رجلٌ ھجا رجلا فھجا القبیلۃ باسرھا۔ مراد یہی ہے کہ ایسا کرنے والا عذاب اشد میں آلِ فرعون وغیرہ کا شریک ہوگا (فتح الباری ص ۳۱۵ ج ۱۰)۔

(۲) عن عبد اللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الذین یصنعون ھذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ یقال لھم احیوا ما خلقتم (بخاری مع فتح ص۳۱۶ ج۱۰)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ جو تصاویر بناتے ہیں قیامت کے روز ان کو عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جو صورت تم نے پیدا کی ہے اس میں جان بھی ڈالو۔

(۳) عن ابی ذرعۃ قال دخلت مع ابی ھریرۃ دارًا بالمدینۃ فرأی فی اعلاھا مصوّرًا یصوّر فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ومن اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی فلیخلقوا حبّۃً و لیخلقوا ذرّۃ۔ (بخاری مذکور)

ابو ذرعہ کہتے ہیں کہ میں ابوہریرہؓ کے ساتھ مدینہ کے ایک گھر میں داخل ہوا تو اس کی چھت کے قریب ایک مصور کو دیکھا جو تصویر بنا رہا تھا ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری طرح یعنی اللہ کی طرح تخلیق کرنے لگا (وہ کسی جاندار کی تخلیق تو کیا کر سکتا) ذرا ایک دانہ ایک ذرّہ تو بنا کر دکھائے۔

(۴) عن قتادۃ قال کنت عند ابن عباس رضؓ (الی قولہ) حتی سئل فقال سمعت محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صور صورۃ فی الدنیا کلف یوم القیامۃ ان ینفخ فیھا الروح ولیس بنافخ۔ (بخاری مع فتح ص۳۲۳ ج۱۰)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا تھا ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص دنیا میں کوئی تصویر (جاندار کی) بنائیگا تو قیامت میں اس کو حکم کیا جائے گا کہ اس میں رُوح بھی ڈالے اور وہ ہرگز نہ ڈال سکے گا (تو اس پر عذاب شدید ہوگا)۔

چاروں روایات مذکورہ میں تصویر بنانے والوں کو قیامت میں سخت عذاب ہونے کا بیان ہے اور اس کے ضمن میں تصاویر کے استعمال کی ممانعت اور برائی کا بھی بیان ہوگیا کیونکہ جن حالات میں یہ ارشادات آئے ہیں وہ عموماً اس کے ہیں، کہ

کسی کے مکان یا کپڑے وغیرہ میں تصویر دیکھی تو اس پر مصوّروں کے عذاب کا ذکر فرمایا جس میں اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ یہ عذاب کی چیز اپنے گھروں میں اور استعمال میں رکھنا بھی درست نہیں جیسا کہ یہ مضمون صراحۃً بھی متعدد احادیث میں آگے آرہا ہے۔

ایک تیسری چیز ان روایات میں یہ بھی ہے کہ تصویر سازی یا تصویر کے استعمال کو شریعتِ اسلام نے کیوں حرام قرار دیا، اس کی بہت سی وجوہ میں سے ایک وجہ کا بیان ان روایات میں یہ ہے کہ تصویر اور تخلیق اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کی خاص صفات ہیں جن میں کوئی غیر اللہ شریک نہیں ہو سکتا حق تعالیٰ کے ننانوے اسماءِ حسنیٰ میں سے ایک خالق اور مصوّر بھی ہے اور اس پر پوری اُمت کا اتفاق ہے کہ یہ دونوں اسم حق تعالیٰ کی ذات مخصوص ہیں غیر اللہ پر ان الفاظ کا اطلاق بھی جائز نہیں۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (حشر: ۲۴) اس میں خالق اور مصوّر ہونے کی صفت حق تعالیٰ شانہٗ کی مخصوص صفت قرار دی گئی ہے جس میں اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ تو جس شخص نے کسی جاندار کی تصویر بنائی اُس نے گویا اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق و تصویر میں مداخلت اور شرکت کا عملی دعوٰی کیا۔ اسی لئے حدیث ۱۲ میں اس کا عذاب یہ ذکر فرمایا ہے کہ قیامت کے روز تصویر سازوں کو بطور سزا کے کہا جائے گا کہ جب تم نے ہماری صفت تخلیق و تصویر کی نقالی کر کے عملی طور پر خالق اور مصوّر ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو اب تم اس دعوٰی کو پورا کر کے دکھلاؤ کہ ان میں رُوح بھی ڈالو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کسی بے جان میں جان ڈالنا نہ دنیا میں کسی کی قدرت میں ہے نہ آخرت میں ہو گا اس لئے جب وہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں میں جان نہ ڈال سکیں گے تو ان پر عذاب ہو گا۔

اسی حدیث نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ جس تصویر سازی کی حرمت ان احادیث میں مذکور ہے اس سے مراد کسی جاندار ذی رُوح کی تصویر ہے بے جان چیزیں جیسے مکانات، پہاڑ اور درخت وغیرہ ان کی تصویر بنانا اس حکم میں داخل

نہیں۔ جیسا کہ آئندہ آنے والی احادیث میں بروایت ابن عباس رضؓ اس کی تصریح بھی آنے والی ہے۔

اور وجہ اس فرق جاندار اور بے جان کی یہ ہے کہ اگر حقیقۃً تخلیق ہر چیز اور اور ہر ذرّہ ذرّہ کی حق تعالےٰ ہی کی خصوصیت ہے۔ ساری مخلوق مل کر ایک مکھی اور مچھر بلکہ اس کا پر بھی نہیں بنا سکتے۔ لیکن عموماً مادی چیزوں کی صنعت کاری میں کچھ نہ کچھ دخل غیروں کا بھی ہوجاتا ہے اگرچہ وہ دخل بھی محض صورۃً ہی ہو حقیقۃً نہ ہو بخلاف کسی بے جان چیز میں جان ڈالنے کے کہ اس میں کسی کی شرکت کا وہم و گمان بھی نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا کہ ان کو کہا جائے گا کہ ایک دانہ (گندم وغیرہ) کا تو پیدا کرکے دکھلائیں جاندار چیز کا معاملہ تو بہت ہی بعید ہے۔

سورہ مؤمنون میں حق تعالیٰ نے جہاں تخلیقِ انسانی کے تمام مراحل ابتداء سے انتہا تک الگ الگ شمار فرمائے ہیں ان میں جتنے تغیرات کے دور نطفہ کی تخلیق پر گذرے کہ پہلے خون بنا پھر ایک لوتھڑا بنا پھر ہڈیاں بنیں پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا گیا ان تمام ادوارِ تخلیق کو ایک سلسلے میں بیان فرمانے کے بعد جب رُوح اور جان ڈالنے کا ذکر فرمایا تو قرآن نے طرزِ بیان بدلا۔ ارشاد یہ ہے:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔

(ترجمہ) ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے گارے سے پھر کر دیا اس کو نطفہ ایک محفوظ جگہ (رحم) میں پھر پیدا کیا ہم نے نطفہ کو ایک منجمد خون پھر بنا دیا اس منجمد خون کو ایک ٹکڑا گوشت کا پھر بنا دیا گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں پھر چڑھا دیا ہڈیوں پر گوشت پھر پیدا کیا ہم نے اس کو ایک نئی پیدائش۔ بس مبارک ہے اللہ جو احسن الخالقین ہے۔

اس تفصیل میں غور کیجیے کہ تخلیقِ انسانی کی ابتدا پہلے مٹی سے پھر نطفہ سے کرکے اس کے مکمل جسم بننے تک جتنے دَور اس پر گذرے ہیں ان سب کو ایک ہی نسق اور ایک ہی طرز میں بیان فرمایا گیا۔ آخر میں جب رُوح ڈالنے کا ذکر مقصود ہوا تو طرزِ کلام بدل کر فرمایا کہ ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ۔ اس طرزِ کلام کے بدلنے میں اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے کہ مادہ پرست لوگ جو مادّہ کو خود بخود متحرک اور مختلف صورتوں میں ڈھل جانے والی چیز قرار دیتے ہیں اور دنیا میں جو تغیرات ہو رہے ہیں اُن کو مادّہ ہی کے انقلابات و تغیرات کہتے ہیں۔ لیکن کسی بے جان جسم میں جان ڈال دینا یہ ایسی چیز ہے کہ اس دہریہ کو کچھ بھی عقل و سمجھ ہو تو اس کو مادّہ کے تطورات میں شمار نہیں کر سکتا جب کہ مادہ خود بے جان ہے وہ کسی چیز میں جان کہاں سے ڈالے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ حقیقۃً تو تخلیق ہر ذرّہ حق سبحانہ و تعالیٰ ہی کی خصوصیت ہے لیکن اور چیزوں میں کسی کو شبہات نکالنے کی گنجائش ہو سکتی ہے مگر جسم بے جان کے اندر جان ڈال کر اس کو متحرک، حساس، سمیع و بصیر عاقل بنا دینا اس میں تو ادنیٰ عقل و شعور والا کسی کو شریک نہیں کہہ سکتا:

اس لئے ذی رُوح جاندار چیزوں کی تصویر کو خصوصیت کے ساتھ حرام قرار دیا گیا کہ اس میں تخلیق ربّانی کی نقالی اور ایک حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت میں شریک ہونے کا دعویٰ پایا جاتا ہے۔ تصویر کشی اور اُس کے استعمال کو شریعتِ اسلام نے متعدد وجوہ سے ممنوع و حرام قرار دیا ہے مذکور الصدر اُن میں سے ایک وجہ ہے باقی کا بیان آگے آئے گا۔

(۵) عن عائشۃ رضہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یترك فی بیتہ شیئاً فیہ تصالیب الا نقضہ (بخاری مع فتح ص۳۱۶ ج۱۰)	حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی چیز ایسی جس میں تصالیب ہو بغیر توڑے نہ چھوڑتے تھے۔

لفظ تصالیب صلیب کی جمع ہے۔ جس چیز پر صلیب کی شکل بنائی گئی ہو اس کو تصالیب کہتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ جاندار چیزوں کی تصویریں گھر میں رکھنا تو ممنوع و ناجائز ہے ہی بے جان چیزوں میں بھی جن چیزوں کی تصویر کی پرستش معروف ہو اس کی تصویر بھی حرام و ناجائز ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس جگہ مراد تصالیب سے تصاویر ہیں جن میں صلیب کی تصویر بھی شامل ہے چنانچہ بخاری ہی کے ایک نسخہ کشمیہنی میں اس حدیث میں تصالیب کے بجائے لفظ تصاویر بھی منقول ہے۔ (فتح الباری)

(۶) عن عائشۃ رضؓ قالت قدم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من سفر وقد سترت بقرام لی علی سھوۃ لی فیہ تماثیل فلمّا راٰہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ھتکہ وقال اشد الناس عذاباً یوم القیامۃ الذین یضاھون بخلق اللّٰہ قالت فجعلناہ وسادۃ او وسادتین۔	حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے میں نے اپنے ایک طاق یا الماری پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا جس میں تصاویر تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کو دیکھا تو پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب میں قیامت کے روز وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کی نقل اتارتے ہیں۔ صدیقہ فرماتی ہیں کہ پھر ہم نے اس کے ایک یا دو گدّے بنا دیئے۔
(بخاری مع فتح الباری ص۳۱۵ ج۱۰)	

من سفر: فتح الباری میں بحوالہ بیہقی سفر سے غزوہ تبوک اور بحوالہ داؤد و نسائی غزوہ تبوک یا خیبر بیان کیا گیا ہے۔ قرام: منقش کپڑے کو کہا جاتا ہے جس کے پردے اور فرش بنائے جاتے ہیں۔ سھوہ: اس طاق یا الماری کو کہا جاتا ہے جو سامان رکھنے کے لئے دیوار میں بنائی جائے۔ تماثیل: تمثال کی جمع ہے۔ تصویر کو کہا جاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ لفظ تمثال اس تصویر کو بھی شامل ہے جو مجسمہ کی صورت میں بنائی جائے اور اس کو بھی جو نقش اور رنگ سے کپڑوں میں بنائی جائے اور یہاں یہی مراد ہے۔

(۷) عن عائشة رض قالت قدم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من سفر وعلقت دُرنوکا فیہ تماثیل فامرنی ان انزعہ فنزعتہ۔
(بخاری صؔ فتح الباری ج۱۰ ص۳۱۸)

صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آں حضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سفر سے واپس تشریف لائے تو میں نے ایک چھوٹا کپڑا (دیوار پر) لٹکایا ہوا تھا جس میں تصاویر تھیں۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کو ہٹادوں میں نے ہٹادیا۔

دُرنوك ، بضم دال ایسے سوتی کپڑے کو کہا جاتا ہے جو فرش کے طور پر بچھایا جاسکے اور کبھی اس کو پردے کی طرح بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

صحیح مسلم میں اس حدیث کے اندر تصاویر کے ذکر کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یہ تصاویر ایسے گھوڑوں کی تھیں جن کے پَر لگے ہوئے تھے (فتح الباری)

حدیث ۶ و ۷ کا مضمون متقارب ہے دونوں میں حضور کا سفر سے واپس تشریف لانا اور گھر میں معلّق پردے میں تصاویر دیکھنا منقول ہے فرق یہ ہے کہ ۶ میں اس پردے کے دو ٹکڑے کرکے گدّے بنادینے کا ذکر ہے اور ۷ میں صرف اس کا ہٹادینا مذکور ہے اور آگے حدیث ۹ میں لفظ قِرام کے ساتھ صرف اس کا ہٹا دینا مذکور ہے۔ اور ایک فرق یہ ہے کہ ۶ میں تصویروں کی کوئی خاص کیفیت مذکور نہیں اور ۷ میں پَردار گھوڑوں کی تصاویر ہونا بروایت مسلم مذکور ہے۔

ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ دو واقعے الگ الگ ہوں۔ واللّٰہ اعلم۔

(۸) عن عائشة رض انہا اشترت نمرقة فیہا تصاویر فقام النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بالباب فلم یدخل فقلت اتوب الی اللّٰہ مما اذنبت قال ما ھذہ النمرقة قلت لتجلس علیہا وتوسدھا قال

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ انھوں نے ایک گدّا یا تکیہ ایسا خرید لیا تھا جس میں تصاویر تھیں۔ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم تشریف لائے تو گھر میں داخل نہیں ہوئے دروازے پر رُک گئے (اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے چہرہ مبارک پر ناراضی کے آثار پائے گئے) میں نے عرض کیا کہ

ان اصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم احيوا ما خلقتم وان الملائكة لا تدخل بيتا فيه الصور۔ (بخاری مع فتح ص۳۲۰ ج۱۰)

وفی روایۃ عند البخاری اتوب الی اللہ و الی رسولہ وما ذا اذنبت

(بخاری مع فتح الباری ص۳۲۲ ج۱۰)

میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں میں نے کیا گناہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کے بیٹھنے اور تکیہ لگانے کے لئے ہے آپ نے فرمایا کہ ان تصویروں والے قیامت کے روز عذاب دیئے جائیں گے ان سے کہا جائے گا کہ جو صورتیں تم نے پیدا کی ہیں ان میں جان بھی ڈالو اور فرشتے اس مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر ہوں۔

حضرت صدیقہؓ کا حسنِ ادب

اس روایت سے یہ بات قابلِ نظر ہے کہ حضرت صدیقہؓ نے جب آپ کے چہرہ مبارک پر ناراضی کے آثار دیکھے تو پہلے عرض کیا کہ میں توبہ کرتی ہوں بعد میں پوچھا کہ میرا گناہ کیا ہے۔ ازواج کو ایک مقام ناز کا بھی حاصل ہوتا ہے آج تو کوئی جاں نثار خادم بھی یہ ادب نہیں جانتا پہلے الزام ثابت کرنے کو کہتا ہے۔

(۹) عن انسؓ قال کان قرام لعائشۃ سترت بہ جانب بیتہا فقال لہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم امیطی عنی فانہ لا تزال تصاویرہ تعرض لی فی صلوٰتی

(بخاری مع فتح الباری ص۳۲۱ ج۱۰)

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کا ایک پردہ تھا جس نے اپنے مکان کے ایک حصہ کو ڈھکا ہوا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ میرے پاس سے دُور کر دو کیونکہ اس کی تصاویر میری نماز میں مخل ہوتی ہیں۔

مذکور الصدر پانچ احادیث میں حدیث ۵ سے ثابت ہوا کہ جاندار چیزوں کی تصویر کا جیسے بنانا حرام ہے ویسے ہی اُن کا اپنے گھروں میں زینت کے پردوں وغیرہ میں رکھنا بھی ناجائز ہے۔ اور یہ کہ جاندار چیزوں کی تصویر کے علاوہ بے جان چیزوں میں جن اشیاء کی پرستش عام طور پر کیجاتی ہو جیسے صلیب اس کا نقش اور

تصویر بھی رکھنا جائز نہیں۔

اور حدیث ۶، ۷، ۸ میں ایک مضمون تو وُہی ہے جو پچھلی چار احادیث میں آیا ہے کہ تصویر بنانے والوں کو قیامت میں سخت عذاب دیا جائے گا اور یہ کہ اس عذاب کی وجہ ان کی یہ حرکت ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت تخلیق میں اپنا حصّہ لگانے کا دعویٰ عملاً کیا۔

دوسری بات اس میں یہ بھی ثابت ہوگئی کہ صرف تصویر کے بنانے والے ہی مستحق عذاب نہیں بلکہ ان کا استعمال کرنا بھی گناہ میں داخل ہے۔

حدیث ۹ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جس مکان میں تصاویر نمازی کے سامنے یا دائیں بائیں ہوں اس میں نماز بھی مکروہ ہے کما صرح بہ الفقہاء۔

احادیث عائشہ رض میں اختلاف الفاظ پردہ میں تصویر کے متعلق حضرت صدیقہ عائشہ رض کی چار حدیثیں ۶، ۷، ۸، ۹ آئی ہیں ان میں سے چھٹی اور ساتویں دونوں حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر سے واپسی کا ذکر ہے یہ بیہقی کی روایت کے مطابق غزوہ تبوک کا اور ابوداؤد و نسائی کی روایت کے مطابق غزوہ تبوک یا خیبر کا سفر تھا۔

اور ان دونوں حدیثوں میں دیوار کے کسی حصّہ میں ایک باتصویر پردہ لٹکانے کا ذکر ہے ایک حدیث میں پردہ کو بلفظ قرام اور دوسری میں بلفظ دُرنوک بیان کیا گیا ہے۔

اور ان دونوں روایتوں میں سے پہلی میں ہے کہ آپ نے جب اس مصور پردہ کو دیکھا تو خود بدست مبارک اس کو چاک کر دیا اور دوسری روایت میں بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عائشہ رض کو اس کے الگ کر دینے کا حکم دیا۔ مگر مسند احمد میں اسی دوسری حدیث جس میں لفظ دُرنوک استعمال کیا گیا ہے اس میں بھی یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے اس کو اپنے دست مبارک سے پھاڑ دیا۔

اور دونوں ہی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ پھاڑنے کے بعد صدیقہ عائشہ رض نے

اس کے دو گدّے یا تکیئے بنالئے تھے جن کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی استعمال فرماتے تھے قرام والی حدیث ۹ میں تو اس کے دو تکیئے بنالینا خود بخاری مسلم کے الفاظ میں بھی ہے اور دُرنوک والی حدیث میں اس کے دو تکیئے بنالینا مسند احمد کی روایت میں موجود ہے (مسند احمد ص ۲۸۶ ج ۱۰)

ان دونوں روایتوں کا واقعہ اتنی چیزوں میں مشترک ہے جن کا اوپر ذکر آیا ہے اس سے ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔

فائدہ دُرنوک والی حدیث میں مسند احمد کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ درنوک میں تصویر پروالے گھوڑوں کی تھی قرام والی حدیث میں اگرچہ کسی تصویر کا ذکر نہیں مگر اس کے منافی بھی نہیں۔ اس لئے ظاہر یہی ہے کہ یہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ کی ہیں۔

البتہ حدیث ۸ جس میں حضرت صدیقہ رض ایک مصور نمرقہ یعنی گدّا خریدنا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اس کو دیکھ کر غضبناک ہونا اور گھر میں داخل ہونے سے رُکنا مذکور ہے یہ بظاہر دوسرا مستقل واقعہ ہے اس میں کسی سفر سے واپسی کا بھی نہیں اور اپنے ہاتھ سے چاک کر دینے کا ذکر بھی نہیں بلکہ اظہار ناراضی کے لئے گھر کے اندر تشریف لائے۔ رُکنا اور اس پر صدیقہ رض عائشہ کا متنبہ ہو کر توبہ کرنا منقول ہے مسند احمد کی روایت میں اس نمرقہ کے بھی دو ٹکڑے کر کے دو تکیئے بنالینے کا ذکر ہے مسند کے الفاظ میں نمرقہ کے بجائے نمط کا لفظ آیا ہے۔

اسی طرح چوتھی حدیث ۹ بروایت انس رض میں جس مصوّر پردہ کا ذکر ہے اس میں بہت نرم الفاظ آئے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ اس پردہ میں تصاویر ہونا آپ کو پہلے سے معلوم بھی تھا اور اس کے باوجود آپ نے اس کو گھر میں باقی رکھا اور نہ صرف باقی رکھا بلکہ نماز بھی وہاں پڑھتے تھے ایک روز یہ فرمایا کہ اس کو میری طرف سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصاویر میری نماز میں خلل انداز ہوتی ہیں جو سابقہ تینوں روایتوں سے بالکل مختلف ہے خصوصاً مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

انها کانت لها ثوب فیه تصاویر ممدود الی سھوۃ وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الیہ فقال اخریہ عنی

(فتح الباری ص ۳۲۱ ج ۱۰)

حضرت عائشہ رضؓ کے پاس ایک کپڑا تھا، جس میں تصاویر تھیں یہ ایک طاق یا الماری کی طرف پھیلا ہوا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس کو میری طرف سے ہٹا دو۔

اس کے متعلق حافظ نے فتح الباری میں فرمایا کہ اس روایت اور روایاتِ سابقہ میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ پہلی روایات کے واقعہ میں جانداروں کی تصاویر تھیں اور اس روایت میں تصاویر ذی رُوح کی نہ ہوں بلکہ درختوں پھولوں کے نقش و نگار ہوں۔ اسی لئے اس پردہ کو آپ نے قائم رکھا اور وہ فرشتوں کے داخلہ سے بھی مانع نہیں ہوا اور نماز میں اس کی طرف رُخ کرنا بھی گوارا کیا گیا، مگر چونکہ نقش و نگار بعض اوقات انسان کی توجہ حق تعالیٰ اور نماز کی طرف سے ہٹا کر اپنے میں مشغول کر لیتے ہیں اس لئے ازراہ تقویٰ اس کو ہٹانے کا حکم دیا۔ اور یہ حکم ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض روایات حدیث میں دیوار پر غیر مصور پردہ ڈالنے سے بھی اس لئے روکا گیا ہے کہ یہ زہد اور شان نبوت کے خلاف ہے حضرت فاطمہ رضؓ کے دروازہ پر پردہ دیکھ کر آپ کا واپس ہو جانا جو آگے حدیث ۲۰ میں آرہا ہے اس کی بھی یہی توجیہ خود حدیث میں مذکور ہے کہ ہم اور ہمارے اہل بیت کو نقش و نگار سے کیا کام ہے۔ عمدۃ القاری میں علامہ عینی نے بھی روایات کی تطبیق اسی طرح نقل کی ہے (ص ۴۴ ج ۲۲)

اور اگر اس میں بھی ذی رُوح کی تصویریں ہوں تو پھر یہ حدیث تصاویر کی ممانعت سے پہلے ابتداء ہجرت کے وقت کی حدیث قرار دی جائے گی جیسا کہ بہت سے حضرات نے صدیقہ عائشہ رضؓ کی گڑیوں کے متعلق ایسا ہی فرمایا ہے جس کا ذکر آگے حدیث ۲۳ میں آرہا ہے۔

(۱۰) عن بن عباس عن ابی طلحة رضؓ قال قال النبی صلی اللہ علیه وسلم لا تدخل الملائکة بیتا فیه کلب ولا تصاویر۔

(بخاری مع فتح ص۳۱۳ ج۱۰)

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابوطلحہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

(بخاری)

(۱۱) عن سالم عن ابیه قال وعد جبریل النبی صلی اللہ علیه وسلم فراث علیه حتی اشتد علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فخرج النبی صلی اللہ علیه وسلم فلقیه فشکا الیه ما وجد فقال له انا لا ندخل بیتا فیه صورة ولا کلب

(بخاری مع فتح ص۳۲۲ ج۱)

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبریل امین نے آنے کا وعدہ آپ سے کیا تھا مگر مقررہ وقت سے دیر ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہوئے۔ آپؐ باہر نکلے تو جبریل امین سے ملاقات ہوئی آپ نے "تکلیفِ انتظار" کی شکایت کی تو جبریلؑ نے فرمایا کہ ہم اس مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔

(۱۲) عن ابی ھریرة رضؓ قال استأذن جبریل علیه السلام علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال ادخل فقال کیف ادخل وفی بیتك ستر فیه تصاویر فاما ان تقطع رؤسها او تجعل بساطا یوطأ فانا معشر الملائکة لا تدخل بیتا فیه تصاویر

(رواہ النسائی از تاج الجامع)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز جبریل امین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا تشریف لائیے جبریلؑ نے فرمایا کہ میں کیسے آؤں جب کہ آپ کے مکان میں ایک پردہ پڑا ہے جس میں تصاویر ہیں تو آپ یا تو تصاویر کے سر کاٹ دیجیے یا اس پردہ کو پامال فرش بنادیجیے کیونکہ ہم جماعت ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر ہوں۔

(۱۳) کان لرسول اللہ صلی اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک

علیہ وسلم ترس فیہ تمثال راس کبش فکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاصبح یوماً وقد اذھبہ اللہ عزوجل (اخرجہ الطبرانی کذا فی تلقیح فھوم اھل الاثر لابن الجوزی ص ۲)

ڈھال تھی جس میں دنبہ کے سر کی تصویر بنی ہوئی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار تھی تو ایک روز آپ صبح کو اٹھے تو بطور معجزہ اللہ تعالیٰ نے اس سر کی تصویر کو مٹا دیا تھا۔

٭ ٭ ٭ ٭

حدیث ۱۰، ۱۱ میں اور اس سے پہلے حدیث ۸ کے آخر میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ فرشتے اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ مقصود اس سے مسلمانوں کو یہ ہدایت دینا ہے کہ اپنے گھروں کو ایسی منحوس چیزوں سے پاک رکھیں جن سے فرشتے نفرت کرتے ہیں اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کپڑے کو پھاڑ دیا یا ہٹا دینے کا حکم دیا جس میں تصاویر تھیں اور حدیث جبریل علیہ السلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تصویروں کے سر کاٹ دیئے جاویں یا اُس کپڑے کو جس میں تصاویر ہوں پامال فرش بنا دیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

اس جگہ تین سوالات غور طلب باقی ہیں۔

اوّل یہ کہ یہ حکم تمام ملائکہ کے متعلق ہے خواہ کرام کاتبین اور انسان کی حفاظت کرنے والے فرشتے اور عزرائیل علیہم السلام ہوں یا صرف ان فرشتوں کے متعلق ہے جو رحمت و مغفرت کے احکام لاتے ہیں اور ان کی برکت سے آدمی کو اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کی توفیق ہوتی ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ جن تصاویر کا استعمال شرعاً جائز ہے کیا وہ بھی ملائکۃ اللہ کے آنے سے مانع ہوتی ہیں یا نہیں۔

تیسرے یہ کہ کتے اور تصویر میں کیا خصوصیت ہے کہ ملائکہ اس مکان میں نہیں جاتے جن میں یہ ہوں۔ ان تینوں سوالوں کا جواب کسی قدر تفصیل سے درج ذیل ہے۔

وہ کون سے فرشتے ہیں جو مصوّر مکان میں داخل نہیں ہوتے

اس بارہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض حضرات کے نزدیک مصوّر مکان میں داخل ہونے سے

باز رہنا صرف ملائکہ وحی جبرئیل واسرافیل وغیرہ کے ساتھ مخصوص ہے عام فرشتوں کا یہ حکم نہیں اس قول پر یہ اعتراض تو صحیح نہیں کہ زمانہ وحی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مصور مکان میں داخل ہونا اور تصویر کا استعمال کرنا وغیرہ سب جائز ہو جانا لازم آتا ہے کیونکہ جب وحی بند ہوئی تو ان فرشتوں کا زمین پر آنا بھی بند ہو گیا اور یہ اس لئے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد سلسلۂ وحی بند ہو جانے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ ملائکہ وحی جبرئیل علیہ السلام وغیرہ زمین ہی پر نہ اُتریں۔ بلکہ بہت سی احادیث صریحہ صحیحہ سے ان کا قیامت تک ہر زمانہ میں زمین پر تشریف لانا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اکثر مفسّرین کے نزدیک تنزل الملائکۃ والروح میں رُوح سے جبرئیل علیہ السّلام مراد ہیں ابن جوزی نے بروایت حضرت انس رضؓ اور بیہقی وابن حبان وغیرہ نے بروایت سلمان فارسیؓ اور طبرانی نے بروایت میمونہ بنت سعدؓ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بعبارات مختلفہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل وغیرہم کا ہر زمانہ میں زمین پر تشریف لانا نقل کیا ہے۔ اور حدیث مشکوٰۃ دربارۂ نزول جبرئیل علیہ السلام فی کبکبۃ من الملائکۃ اس بارے میں بالکل واضح ہے۔ افادہ مرشدی حکیم الامّۃ رحمۃ اللہ علیہ۔

اور یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد جبرائیل علیہ السّلام زمین پر تشریف نہ لاویں گے اس کو شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے رسالہ "الاعلام بنزول عیسی علیہ السلام" میں رد کر دیا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

البتہ اس قول پر قوی اعتراض یہ ہے کہ الفاظ احادیث عام ہیں ان میں کوئی قرینہ بھی ملائکہ وحی کی تخصیص کا نہیں ہے یہ دعوٰی کہ یہ حکم صرف ملائکہ وحی کے ساتھ مخصوص ہے محض دعوٰی بلا دلیل ہے اس لئے جمہور کے نزدیک قابل قبول نہیں۔

اس کے مقابلہ میں بعض حضرات کے نزدیک یہ حکم تمام طبقات ملائکہ کو عام ہے کوئی فرد اس سے مستثنیٰ نہیں خواہ کرام کاتبین ہوں یا حفاظت کرنے والے فرشتے یا عزرائیل علیہم السّلام۔ محدث قرطبی کا یہی قول ہے۔

لیکن جمہور کی تحقیق اس بارہ میں یہ ہے کہ نہ اس قدر خصوص ہے جو قولِ اوّل میں اختیار کیا گیا اور نہ اس قدر عموم جس کو قول ثانی میں قرار دیا گیا ہے بلکہ احادیث کثیرہ کی تطبیق و تحقیق کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ حکم دراصل ان ملائکہ رحمت کے متعلق ہے جو انسان کے لئے رحمت و برکت کا سبب بنتے ہیں اور اس کے لئے حق تعالےٰ سے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

وہ نامہ اعمال کے لکھنے والے یا جنات سے حفاظت کرنے والے فرشتے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جن کے متعلق احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ وہ کسی وقت انسان سے جدا نہیں ہوتے سوائے تین اوقات کے، ایک پاخانہ میں دوسرے بیوی کے ساتھ صحبت کے وقت تیسرے غسل کے وقت (اخرجہ البزار عن ابن عباسؓ مرفوعًا و مثلہ عن ابن عمرؓ مرفوعًا عند الترمذی وقال حسن غریب ، خطابی۔ منذری۔ قاضی عیاض۔ نووی۔ دمیری۔ ملّا علی قاری اور شیخ الرؤف مناوی۔ ابن حجر ہیثمی) وغیرہم علماء تحقیق کا بھی یہی قول ہے۔ (ماخوذ از رسالہ بلوغ القصد والمرام فیما تنفر عنہ الملائکۃ الکرام صـ۵) اور فقہاء حنفیہ علامہ شامی اور صاحب بحر نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

دوسرا سوال کہ جن تصاویر کا استعمال شرعًا ممنوع نہیں جیسے سرکٹی ہوئی تصویریں کیا وہ مکان میں دخول ملائکہ سے مانع ہیں یا نہیں ؟

امام نووی شافعی شارح مسلم کی تحقیق تو اس بارہ میں یہ ہے کہ جن تصاویر کے استعمال کو شریعت نے جائز بھی رکھا ہے وہ بھی مکان میں ملائکہ رحمت کے داخل ہونے سے بالخاصہ مانع ہوتی ہیں۔ جوازِ استعمال کا فائدہ صرف یہ ہوگا کہ استعمال کرنیوالا گناہ گار نہیں ہوگا لیکن ملائکہ رحمت کے انوار و برکات سے محرومی پھر بھی رہے گی کیونکہ وہ تصاویر کا خاصہ لازمہ ہے۔

مگر عام روایات حدیث کی تصریحات و اشارات سے جمہور علماء نے اس کو ترجیح دی ہے کہ جن تصاویر کے استعمال کی شریعت نے اجازت دے دی ہے وہ

ملائکہ رحمت کے مکان میں داخل ہونے سے مانع نہیں ہوتیں۔

حضرت جبریل کی حدیث مذکور ۱۲ میں خود جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آنے کا مانع تصویر کو بتلایا اور پھر اس مانع کو رفع کرنے کی یہ تدبیر بتلائی کہ یا تو تصویر کا سر کاٹ دیا جائے یا پھر اس کو کسی پامال و ذلیل جگہ میں ڈال دیا جائے۔

نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی کا واقعہ جو حدیث ۶ میں گذرا ہے جس میں تصویر دار پردہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے پر چاک کر کے دو گدّے یا تکیے بنا دینے کا ذکر ہے، اس واقعہ میں مسند امام احمد کے الفاظ میں یہ بھی ہے کہ:

ولقد رأيته متكئا على احدهما وفيه صورة (كذا فى البحر ص۳۰ ج ۲)	راوی کہتے ہیں کہ اس مصور پردے کے دو تکیے بنا دینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر تکیہ لگائے ہوئے دیکھا حالانکہ اس میں تصویر موجود تھی۔

اس کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تصویر بیچ سے پھٹ کر ناقص رہ گئی تھی اور یہ بھی کہ بجائے پردہ کے پامال تکیہ گدّے میں استعمال ہونے لگی تو اس کو نہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور نہ وہ ملائکہ کے دخول سے مانع ہوئی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ تصویر اور کتّے کی کیا خصوصیت ہے کہ جس مکان میں وہ ہوں فرشتے اس میں نہیں جاتے۔

اس کا جواب صحیح یہ ہے کہ درحقیقت صرف کتّے اور تصویر کی کوئی خصوصیت نہیں اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن سے فرشتے نفرت کرتے ہیں اور جس مکان میں وہ ہوتی ہیں رحمت کے فرشتے اس میں نہیں جاتے۔ شیخ الاسلام جعفر کنانی مالکی نے اس پر ایک مستقل کتاب بلوغ القصد والمرام ببیان بعض ما تنفر عنہ الملائکۃ الکرام لکھی ہے اس میں اس طرح کی بہت سی چیزیں بحوالہ احادیث بیان فرمائی ہیں جن سے فرشتے نفرت کرتے

ہیں مثلاً جس مکان میں پیشاب کسی برتن میں رکھا ہو یا جس میں کوئی عورت ننگے سر بیٹھی ہو وغیرہ
یہ ضروری نہیں کہ جن چیزوں سے فرشتے نفرت کرتے ہیں وہ گناہ اور مفاسد میں دوسری سب چیزوں سے زیادہ اشد ہی ہوں۔ بلکہ اس معاملہ کا تعلق فرشتوں کی طبائع سے ہے جیسے انسان بہت سی ایسی چیزوں سے گھن کرتا ہے اور ان کا دیکھنا اس کے لئے بہت تکلیف دِہ ہوتا ہے جو کوئی بڑی نجاست و غلاظت بھی نہیں جیسے مکھی مچھّر وغیرہ۔ ایسے ہی فرشتے بالطبع بہت سی چیزوں سے گھن اور نفرت کرتے ہیں کتّا اور تصویر بھی اس میں داخل ہیں۔

(۱۴) جاء رجل الی ابن عباس فقال انی اصور ھذہ الصور فافتنی فیہا فقال لہ اُدن منی ثم اعادھا فدنا منہ فوضع یدہ علی راسہ فقال انبئك بما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل مُصوّر فی النار یجعل لہ بکل صورۃ نفس فتعذبہ فی جہنم وقال ان کنت لا بد فاعلا فاصنع الشجر و ما لا نفس لہ (رواہ مسلم)

ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ میں یہ تصویریں بناتا ہوں (اسی سے میرا معاش قائم ہے) مجھے آپ اس کے معاملہ میں فتویٰ دیں تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میرے قریب آجاؤ اور پھر دوبارہ اور قریب آنے کے لئے فرمایا یہاں تک کہ وہ اتنا قریب ہوگیا کہ ابن عباسؓ نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ میں تمھیں وہ بات بتلاتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے وُہ یہ ہے کہ ہر مصوّر جہنم میں جائے گا اور جتنی تصویریں اُس نے بنائی ہیں ہر ایک کے مقابلہ میں ایک شخص مجسم قائم کر دیا جائے گا جو اس کو جہنم میں عذاب دے گا۔ اور فرمایا کہ تمھارا اس کے سوا گزارہ ہی نہیں تو درختوں کی اور ایسی چیزوں کی تصویر بنا لیا کرو جس میں رُوح نہیں۔

(۱۵) عن زید بن خالد عن ابی طلحۃ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان رسول اللہ

زید بن خالد حضرت ابو طلحہ صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں

صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الملائکۃ لا تدخل بیتا فیہ صورۃ قال بسر ثم اشتکی زید فعدناہ فاذا علی بابہ ستر فیہ صورۃ فقلت لعبید اللہ الخولانی ربیب میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الم یخبرنا زید عن الصور یوم الاول فقال عبید اللہ الم تسمعہ حین قال الا رقما فی ثوب۔

(بخاری مع فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۲۰)

ہوتے جس میں تصویر ہو۔ راوی حدیث بُسر کہتے ہیں کہ اس کے بعد اتفاقاً زید بن خالد بیمار پڑے اور ہم اُن کی عیادت کو گئے تو دیکھا کہ ان کے دروازہ پر ایک پردہ پڑا ہے جس میں تصویر ہے تو میں عبیداللہ خولانی سے جو حضرت ام المؤمنین میمونہ کے ربیب تھے اُن سے کہا کیا زید نے آج سے پہلے ہم سے وہ روایت بیان نہیں کی تھی جس میں تصویر کو ممنوع قرار دیا تھا اس پر عبیداللہ خولانی نے جواب دیا کہ کیا تم نے اس روایت میں یہ نہیں سُنا تھا کہ آپ نے ایک استثناء کرکے الا رقما فی ثوب فرمایا تھا۔

تنبیہ | اس حدیث میں تصاویر سے ایک استثناء بلفظ "رقم فی ثوب" مذکور ہے فتح الباری میں نووی ؒ سے اور عمدۃ القاری میں خطابی سے نقل کیا ہے کہ رقم سے مراد بے جان چیزوں، درختوں وغیرہ کے نقوش واشکال ہیں۔ عربی لغت کے اعتبار سے بھی یہی لفظ رقم اس معنی کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ لسان العرب اور قاموس میں لفظ رقم کے معنی یہ لکھے ہیں الرقم ضرب مخطط من الوشی یعنی رقم دھاری دار منقش کپڑے کو کہتے ہیں زرقانی نے شرح مؤطا میں رقم کا ترجمہ نقشاً و وشیاً سے کیا ہے۔ اور حافظ نے فتح الباری میں ایک احتمال یہی ذکر کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث ممانعت سے پہلے کی ہو اور عمدۃ القاری میں طحاوی سے یہ احتمال نقل کیا ہے کہ اس سے مراد وہ تصویر ہو سکتی ہے جو کسی پامال فرش گدّے وغیرہ میں ہو جس کی اجازت حدیث نمبر ل مذکور ۱۲ سے معلوم ہوتی ہے۔

اور اس سے پہلے حضرت ابن عباس رضہ کی حدیث مذکور ۱۴ میں حضرت ابن عباس کے کلام سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ درختوں اور بے جان چیزوں کی تصویر جائز ہے

نیز حضرت فاطمہ رضؓ کا واقعہ جو بروایت ابن عمر رضؓ حدیث نمبر ۲۰ میں آگے آرہا ہے اس میں بھی نقش ونگار کے پردہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ رقم سے تعبیر فرمایا ہے یہ مرفوع حدیث خود اس حدیث کی شرح ہوگئی کہ رقم فی ثوب سے مراد درختوں اور پھولوں کے نقش ونگار ہیں۔ اور آگے حدیث نمبر ۱۹ میں خود ابو طلحہ رضؓ کا جو واقعہ آرہا ہے اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ رقم فی ثوب سے مراد بے جان چیزوں کی تصویر ہے۔

تنبیہ | اور بعض لوگوں نے جو اس لفظ رقماً فی ثوب کی یہ تشریح کی ہے کہ جو تصویر مجسمہ نہ ہو بلکہ رنگ اور نقش سے بنائی گئی ہو وہ مراد ہے یہ اس لئے قطعاً غلط ہے کہ صحیح بخاری کی روایات کپڑوں کی تصویر ہی کے بارے میں آئی ہیں جن پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے ہیں اور پھاڑ ڈالا ہے۔ فتح الباری میں اس قول کو مذہب باطل فرمایا ہے۔

(۱۶) عن عائشۃ رضؓ قالت واعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام فی ساعۃ یاتیہ فیھا فجاءت تلک الساعۃ ولم یأتہ وفی یدہ عصا فالقاھا وقال ما یخلف اللہ وعدہ ولا رسلہ فاذا جرو کلب تحت سریرہ فقال یا عائشۃ متی دخل ھذا الکلب ھھنا فقالت واللہ ما دریت فامر بہ فاخرج زاد فی روایۃ ثم اخذ ماء فنضح مکانہ فجاء جبرئیل فقال صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرئیل امین نے آنے کا وعدہ ایک مقرر وقت کے متعلق کیا تھا مگر وہ وقت آچکا اور جبرئیل امین نہ آئے (جس سے آپ کو تشویش ہوئی) ایک لاٹھی آپ کے ہاتھ میں تھی اُس کو ڈال دیا اور فرمایا کہ اللہ اور اُس قاصد فرشتے وعدہ خلافی نہیں کیا کرتے (پھر کیا بات ہے کہ جبرئیل نہیں آئے)

اچانک نظر پڑی کہ چارپائی کے نیچے ایک کُتّے کا بچّہ ہے آپ نے عائشہ رضؓ سے فرمایا کہ یہ کتا یہاں کب آگیا حضرت عائشہ رضؓ نے کہا کہ مجھے اس کی بالکل خبر نہیں ہوئی۔ آپ کے حکم سے یہ کتا نکال

واعدتنی فجلست لك فلم تأت فقال منعنی الکلب الذی کان فی بیتك انا لا ندخل بیتا فیه کلب ولا صورۃ (رواہ مسلم وابوداؤد وغیرہ۔ التاج الجامع ص۱۶۰ج۳)

دیا گیا پھر آپ نے کچھ پانی لے کر اس جگہ پر ڈال دیا اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انتظار اور جبرئیل کے نہ آنے کی شکایت کی تو جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اُس گھر میں نہیں جاتے جہاں کتا یا تصویر ہو۔

اس حدیث سے بھی سابقہ روایات کی طرح ثابت ہوا کہ رحمت کے فرشتے اُس مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں ذی روح کی تصویر یا کتا ہو۔

(۱۷) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں تھے اس وقت صحابہ کرام کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں میں کوئی ایسا آدمی ہے جو مدینہ شہر میں جائے اور (تین کام کر کے آئے) اوّل یہ کہ کوئی بُت بغیر توڑے نہ چھوڑے اور کوئی قبر جو زیادہ اونچی ہو اس کو برابر کر کے چھوڑے اور کوئی تصویر نہ چھوڑے جس کو کسی چیز سے لتھیر کر خراب نہ کر دے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں یہ سب کام کروں گا۔ اہلِ مدینہ اس کی جرأت وہمت سے حیرت میں پڑ گئے چنانچہ یہ صاحب گئے اور سب کام کر کے لوٹے تو آکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

یا رسول اللہ لم ادع بھا وثنا الا کسرته ولا قبرا الا سویته ولا صورۃ الا لطختها ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عاد الی صنعة شیٔ من هذا فقد کفر بما انزل علی محمد صلی اللہ علیه وسلم قال الحافظ المنذری اسنادہ جید (از بلوغ القصد والمرام ص۲۲)

یا رسول اللہ میں نے مدینہ میں کوئی بت نہیں چھوڑا جس کو توڑ نہ دیا ہو اور کوئی (اُونچی) قبر نہیں چھوڑی جس کو برابر نہ کر دیا ہو اور کوئی تصویر نہیں چھوڑی جس کو کسی چیز سے لتھیڑ کر خراب نہ کر دیا ہو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ان چیزوں میں سے کوئی چیز پھر بنائی (گویا) اُس نے اس وحی کا انکار کر دیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

مسئلہ: قبر کے معاملہ میں سنت یہ ہے کہ معمولی اونچی کوہان پشت انداز کی بنائی جائے۔ قبروں کو زیادہ اُونچا کرنا اس ارشاد نبوی کے خلاف ہے جس میں آپ نے ایسی قبروں کو عام قبروں کے برابر کر دینے کا حکم فرمایا ہے۔

(۱۸) عن عائشۃ رض قالت لما اشتکی النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ذکر بعض نسائہ کنیسۃ یقال لھا ماریۃ وکانت ام سلمۃ وام حبیبۃ اتتا ارض الحبشۃ فذکرتا من حسنھا وتصاویر فیھا فرفع راسہ فقال اولٰئک اذا مات فیھم الرجل الصالح بنوا علیٰ قبرہ مسجدا ثمّ صوّروا فیہ تلک الصور اولٰئک شرار خلق اللہ۔

(متفق علیہ از مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بیمار تھے تو بعض ازواج مطہرات نے ایک کنیسہ کا ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا اور ازواج میں حضرت ام سلمہ اور ام حبیبہ حبشہ گئی تھیں وہاں یہ کنیسہ دیکھا تھا تو اس کی تصاویر اور خوبصورتی کا ذکر کرنے لگیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا کہ ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنادیتے اور اس مسجد میں اس کی تصویر رکھ دیتے تھے (کہ ان کو دیکھ کر ہم بھی عبادت کا اہتمام کریں گے، انجام کار بعد کے لوگ خود اسی تصویر کی عبادت کرنے لگتے) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔

اس حدیث میں تصویر کے حرام ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ تبلائی گئی ہے کہ وہ شرک وبُت پرستی کا ذریعہ بنی ہے۔

(۱۹) حضرت عبد اللہ بن عمر رض نے حضرت ابو ایّوب انصاری رض کی دعوت کی وہ تشریف لائے تو گھر میں دیوار پر ایک پردہ پڑا دیکھا تو ابن عمر رض نے ان کے سامنے بطور عذر کے کہا کہ غَلَبَنَا علیہ النساء (یعنی یہ پردہ میں نے بالقصد نہیں ڈالا گھر کی عورتیں ہم پر غالب آگئی ہیں کہ اس طرح کی زینت کی چیزیں استعمال کرنے لگیں) حضرت ابو ایوب رض نے فرمایا کہ یہ بات کوئی اور کہتا تو گنجائش بھی تھی آپ کے

متعلق میں کبھی یہ گمان نہ کرتا تھا کہ آپ ایسا بے جا عذر کریں گے کہ عورتوں نے آپ پر غالب آکر ایسا کام کر لیا اور فرمایا:

واللّٰہِ لا اطعم لك طعاماً (بخاری کتاب النکاح)	خدا کی قسم میں تمھارا کھانا نہیں کھاؤں گا۔
(۲۰) ابو طلحۃ رضؓ دعا انساناً ینزع نمطاً تحتہ وھو مریض فقال لہ سھل بن حُنَیْف لم تنزعہ قال لان فیہ تصاویر وقد قال فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما علمت قال سھل او لم یقل الا ما کان رقماً فی ثوب قال بلیٰ ولکنہ اطیب لنفسی۔ (مالك والترمذی والنسائی جمع الفوائد صـ۲۷ جـ۱)	حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بلایا کہ اُن کے نیچے سے ایک گدّا نکال لیں جس پردہ بحالتِ بیماری لیٹے ہوئے تھے سہل بن حُنَیف رضؓ نے فرمایا کہ یہ آپ کیوں نکلواتے ہیں تو فرمایا کہ اس میں تصاویر ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ تصاویر کے معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کیا فرمایا ہے۔ اس پر حضرت سہل رضؓ نے فرمایا کہ کیا آپ نے تصاویر کی ممانعت کے ساتھ یہ استثنا نہیں فرمایا کہ مگر جو رقم ہو کپڑے میں حضرت

ابو طلحہ رضؓ نے کہا کہ ہاں! یہ تو مجھے معلوم ہے مگر میرے دل کو پسند یہی ہے کہ اس کو نکال دُوں

رقماً فی ثوب کے معنی اور پوری تحقیق حدیث مذکور ۱۵ کے تحت میں آچکی ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ اس سے مراد درختوں پھولوں کے نقش و نگار ہیں جو جائز ہیں اور طحاوی کے قول کے مطابق ایسے کپڑے کی تصویر ہے جو پامال ہو۔

حضرت زید (ابو طلحہ) کے نیچے گدّے میں یا تو نقش و نگار تھے جن کو انھوں نے از راہِ تقویٰ اپنے نیچے بچھانا پسند نہیں کیا جیسا کہ حضرت فاطمہ رضؓ کے واقعہ مندرجہ حدیث ۲۱ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے نقش و نگار والے پردہ کو پسند نہیں فرمایا اور بقول طحاوی یہ بھی ممکن ہے کہ جاندار ہی کی تصویر ہو مگر نیچے بچھنے والے گدّے میں اس کا استعمال از روای حدیث جبرائیل ۱۲ جائز معلوم ہوتا ہے مگر حضرت زید نے از راہِ تقویٰ اس کو بھی پسند نہ فرمایا ہو۔

(۲۱) ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بیت فاطمۃ فوجد علی بابہا ستراً مُوَشَّیاً فلم یدخل فجاء علیؓ فراٰہا مہتمۃ فاخبرتہ فاتاہ علی فذکر لہ ذالک وقال قد اشتدّ علیہا فقال صلی اللہ علیہ وسلم مالنا وللدنیا ومالنا والرقم فذہب الی فاطمۃ فردتہ الیہ تقول فما تأمرنا بہ فیہ قال ترسلین بہ الی اہل حاجۃ۔ للبخاری وابی داؤد (جمع الفوائد صفحہ ۴۲۶ جلد ۱)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے مکان پر تشریف لائے تو وہاں دروازے پر ایک منقش پردہ پڑا پایا، آپ مکان کے اندر نہ تشریف لے گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو دیکھا کہ فاطمہ مغموم بیٹھی ہیں اور واقعہ کا ذکر کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ظاہر فرمایا کہ فاطمہ پر یہ بات بہت شاق اور بھاری گذری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں دنیا سے کیا واسطہ ہم کہاں اور نقش و نگار کہاں حضرت علیؓ نے واپس آکر فاطمہؓ کو یہ بات بتلائی تو حضرت فاطمہؓ نے دوبارہ حضرت علی کو یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ پھر اس پردہ کے کپڑے کو ہم کیا کریں، تو آپ نے فرمایا کسی ضرورت مند شخص کو دیدیں۔

تنبیہ:- یہ بات ظاہر ہے کہ اس پردہ میں کوئی تصویر نہ تھی، صرف نقش ونگار تھے جو گناہ نہیں مگر زیب وزینت کی چیز ہے اس لئے اس کو اللہ کے رسول اپنے اہلِ بیت کے لئے پسند نہیں فرمایا اور اگر تصویر ہوتی تو کسی دوسرے حاجت مند کو بھیجنے کا جو ارشاد فرمایا یہ بھی نہ ہوتا کیونکہ وہ حاجت مند کے لئے بھی جائز نہیں۔

بعض خاص قسم کی تصاویر کی رخصت یا اجازت

(۲۲) ابو ھریرۃ رفعہ فی التماثیل رخص فیما کان یُوْطَأُ وکرہ ما کان منصوباً للاوسط بضعف۔ (جمع الفوائد صفحہ ۴۲۶ جلد ۱)

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تصاویر محل اہانت میں پامال ہوں اُن کی اجازت ہے اور جو کھڑی ہوں وہ ناجائز ہیں۔

(۲۳) اور مسند احمد میں حضرت صدیقہ عائشہ رضؓ کے مصوّر پردے کے قصّہ میں جس میں پردہ کو پھاڑ کر دو گدّے بنا دینا مذکور ہے یہ الفاظ بھی ہیں۔

فکان فی البیت یجلس علیہ وفیہ صورۃ (مسند احمد)	یہ گدّا گھر میں رہا جس پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بیٹھتے تھے حالانکہ اس میں تصویر موجود تھی۔

(۲۴) حضرت عکرمہ رضؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کھڑی ہوئی تصویروں کو ناجائز سمجھتے تھے اور پامال میں کوئی مضائقہ نہیں جانتے تھے (فتح الباری بحوالہ ابن ابی شیبہ ص۳۴۶ ج۱۰)

یہی مضمون فتح الباری میں بحوالہ ابن ابی شیبہ حضرت ابن سیرین اور سالم بن عبداللہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے بھی نقل کیا ہے۔

(۲۵) عن اللیث قال دخلت علی سالم بن عبد اللہ وھو متکئ علی وسادۃ فیھا تماثیل طیر و وحش فقلت الیس یکرہ ھذا قال لا انما یکرہ ما نصب نصبا (مسند احمد مع فتح ربانی ص۲۷۳ ج۱۷)	حضرت لیث فرماتے ہیں میں حضرت سالم بن عبداللہؓ کے گھر گیا تو وہ ایک تکیہ سے کمر لگائے بیٹھے تھے جس میں پرندوں اور وحشی جانوروں کی تصویریں تھیں میں نے عرض کیا کہ کیا ان کا استعمال مکروہ ناجائز نہیں ہے۔ انھوں نے فرمایا نہیں بلکہ ناجائز وہ تصویریں ہیں جو کھڑی ہوں۔

(۲۶) طبقات ابن سعد جزء تابعین ص۱۳۶ میں ہے کہ حضرت عُروہ کے بٹن میں آدمیوں کے چہرہ کی تصویریں تھیں۔

(۲۷) اسد الغابہ میں حضرت انس بن مالکؓ کے حالات میں ہے کہ ان کی انگوٹھی کے نگینہ پر ایک شیر غرّاں کی تصویر بنی تھی۔

(۲۸) حضرت ابوہریرہؓ کی انگوٹھی میں جو نگینہ تھا اس میں دو مکھیوں کی تصویر بنی تھی۔

(۲۹) حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں ایک انگوٹھی دستیاب ہوئی تھی جس کے متعلق یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ دانیال نبی کی انگوٹھی ہے اور اس کے نگینہ میں ایک مُرقّع تھا کہ دو شیر دائیں بائیں کھڑے تھے بیچ میں ایک لڑکا تھا۔ حضرت عمر رضؓ نے یہ انگوٹھی حضرت ابوموسیٰ اشعری کو عنایت فرمائی (منقول از معارف اعظم گڑھ)۔

(۳۰) ابوداؤد باب اللعب بالبنات میں حضرت صدیقہ عائشہ رض بروایت عروہ منقول ہے (از بذل المجہود ص ۲۶۴ ج ۵)۔

قالت كنت العب بالبنات فربما دخل عليّ رسول الله صلى الله عليه وسلم وعندي الجواري فاذا دخل خرجن واذا خرج دخلن

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے ساتھ کھیلنے والی لڑکیاں ہوتیں جب آپ اندر آتے تو وہ باہر چلی جاتیں جب آپ باہر جاتے تو وہ پھر آجاتی تھیں۔

اور اسی باب میں بروایت ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قالت قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم من غزوة تبوك او خيبر وفي سهوتها ستر فهبت الريح فكشفت ناحية الستر عن بنات لعائشة رض لعب فقال ما هذا يا عائشة قالت بناتي ورأى بينهن فرسا له جناحان من رقاع فقال ما هذا الذي ارى في وسطهن قالت فرس قال وما هذا الذي عليه قلت جناحان قال فرس له جناحان قالت اما سمعت ان لسليمان خيلا لها اجنحة قالت فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى رأيت نواجذه

(ابو داؤد)

حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک یا خیبر سے واپس آئے تو میرے طاق پر پردہ پڑا ہوا تھا اتفاقاً ہوا چلی، جس نے پردہ کا ایک حصّہ کھول دیا جہاں سے وُہ گڑیاں عائشہ رض کی سامنے آگئیں آپ نے پُوچھا عائشہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا میری گڑیاں ہیں اور آپ نے ان کے بیچ میں ایک گھوڑا دیکھا جس کے اُوپر کاغذ کے لگے ہوئے تھے تو فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ گھوڑا ہے پھر آپ نے فرمایا اس گھوڑے کے اوپر یہ کیا لگے ہوئے ہیں میں نے عرض کی کہ دو بازو ہیں آپ نے تعجب سے فرمایا کہ گھوڑے کے بازو ہوتے ہیں؟ عائشہ رض نے عرض کیا کہ کیا آپ نے نہیں سُنا کہ سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر لگے تھے صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ آپ ہنس پڑے یہاں تک کہ میں نے آپ کے دندان مبارک دیکھے۔

---

(۳۱) اور مشکوٰۃ کتاب النکاح باب الولی فی النکاح میں صحیح مسلم کی یہ حدیث خود حضرت عائشہ رضؓ سے نقل کی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوجھا وھی بنت سبع سنین و زُفّت الیہ وھی بنت تسع سنین و لعبھا معھا و مات عنھا وھی بنت ثمانی عشرۃ (مرقاۃ جدید ص ۲۰۵ ج ۶)	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیقہ عائشہؓ سے نکاح کیا جب کہ ان کی عمر سات سال کی تھی اور رخصتی ہوئی جب کہ ان کی عمر نو سال کی ہوئی رخصتی کے وقت ان کی گڑیاں بھی ان کے ساتھ آئیں اور آپ کی وفات ہو گئی جب کہ ان کی عمر کل اٹھارہ سال کی تھی۔

امام نوویؒ نے فرمایا کہ مشہور یہ ہے کہ نکاح چھ سال کی عمر میں ہوا تھا مگر یقینی یہ ہے کہ اس وقت چھ سال سے چند ماہ زائد عمر تھی کسر کا اعتبار کیا جائے تو سات سال کہہ سکتے ہیں۔

یہ کل اکتیس احادیث ہیں جو معمولی تلاش و تفتیش سے جمع کی گئیں جن میں بیس احادیث مطلقاً تصاویر کی حرمت میں آئی ہیں اور دس احادیث و آثار میں بعض خاص قسم کی تصاویر کے بارے میں اجازت و رخصت کے الفاظ ہیں مجموعی طور پر تصویر کی حرمت متواتر المعنی احادیث سے ثابت ہے۔

یعنی اگرچہ فرداً فرداً یہ روایات خبرِ واحد میں داخل ہیں مگر ان کے مجموعہ سے مضمون حُرمتِ تصاویر کا متواتر ہو جاتا ہے (کما صرح بہ العلماء) اسی لئے اس کی حُرمت پر پوری اُمت کا اجماع ہے جس کو حافظ نے فتح الباری میں، عینی نے عمدۃ القاری میں اور شرح مسلم میں شیخ الاسلام نوویؒ نے نقل کیا ہے جو آگے لکھا جائے گا۔

احادیث رخصت سے فقہاء اُمت نے کیا سمجھا

(۱) احادیث حُرمت میں خود جبرئیل امین کی تلقین سے معلوم ہوا کہ جن تصاویر کا سر کاٹ دیا جائے یا کسی رنگ روغن سے لتھیڑ دیا جائے اس کا استعمال جائز ہے (کما فی

حدیث ۱۲ رواہ النسائی وحدیث علی ۱۴ رواہ احمد فی مسندہ)۔

اسی لئے سرکٹی ہوئی تصاویر کے جواز پر پوری اُمت کا اجماع ہے اس کو حضرت جبرئیل نے خود ہی درختوں اور غیر ذی الروح چیزوں کے حکم میں کر دیا ہے۔

(۲) دوسری رخصت وُہ ہے جو احادیث ۲۲ تا ۲۵ میں مذکور ہے کہ تصاویر سالم ہی رہیں مگر ان کو محلِ اہانت و ذلت میں مثلاً پامالِ فرش یا گدّا وغیرہ جس کے اوپر بیٹھا جائے بنا دیا جائے ان کے جواز پر بھی اُمت کا اجماع ہے

(۳) تیسری رخصت احادیث ۲۶ تا ۲۹ سے یہ ثابت ہے کہ بہت چھوٹی تصویریں جیسے بٹن یا انگوٹھی کے نگینہ پر یا روپیہ پیسہ پر اس کے استعمال کی گنجائش ہے (اس پر بھی تقریباً تمام فقہاء کا اتفاق ہے)۔

(۴) چوتھی رخصت حدیث ۳۰، ۳۱ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ لڑکیاں جن گڑیوں سے کھیلتی ہیں یہ کھلونے استعمال کرنا بھی جائز ہے مگر اس میں حضرات فقہاء کے اقوال مختلف ہیں جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اقوال فقہاء و محدّثین

علامہ عینی نے شرح بخاری میں الا رقماً فی ثوب والی حدیث کے ذیل میں فرمایا ہے:۔

وقالوا اکرہ علیہ السلام ما کان ستراً ولم یکرہ ما یداس علیہا ویوطأ بھذا قال سعد بن ابی وقاص وسالم وعروۃ وابن سیرین وعطاء وعکرمۃ قال عکرمۃ یوطأ من الصور ھو ذل لہا وھذا اوسط المذاھب وبہ قال مالک والثوری و

حضرات صحابہ وتابعین نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تصاویر کو ناجائز قرار دیا ہے جو پردہ کی صورت میں معلّق (اور کھڑی) ہوں اور ان تصاویر کو ناجائز نہیں کیا جو پامال ہوں اور ان پر بیٹھا لیٹا جائے۔ یہی قول ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت سالم بن عبد اللہؓ اور عروہ اور ابن سیرین کا اور حضرت عطاؒ

ابوحنیفۃ والشافعی۔ (عمدۃ القاری طبع قدیم ص۳۱۳ ج۱۰)

اور عکرمہ کا، عکرمہ نے فرمایا کہ جو تصاویر پاؤں میں روندی جائیں یہ اُن کی ذلت ہے۔ یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ اور ابوحنیفہؒ و شافعیؒ کا۔

مسئلہ تصویر کے بارہ میں جمہور اُمت کا اجماع اور ائمہ اربعہ کا مذہب شرح بخاری عمدۃ القاری میں بالفاظ ذیل منقول ہے:۔

وفی التوضیح قال اصحابنا وغیرہم تصویر صورۃ الحیوان حرام اشد التحریم وھو من الکبائر وسواء صنعہ لما یمتھن اولغیرہ فحرام بکل حال لان فیہ مضاھات بخلق اللہ وسواء کان فی ثوب اوبساط اودینار اودراھم او فلس اواناء اوحائط واما ما لیس فیہ صورۃ حیوان کالشجر ونحوہ فلیس بحرام وسواء کان فی ھذا کلہ ما لہ ظل وما لاظل لہ وبمعناہ قال جماعۃ العلماء مالک والسفیان وابوحنیفۃ وغیرہم انتھی (عمدۃ القاری ص۷۰ ج۲۲ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر)

توضیح میں ہے کہ ہمارے فقہاء وغیرہم نے فرمایا ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے شدید الحرمت اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے خواہ ایسی تصویریں ہوں جن کو عادۃً ذلیل و ممتہن رکھا جاتا ہے یا ایسی نہ ہوں پس وہ بہرحال حرام ہے اس لئے کہ اس میں مشابہت خلق اللہ ہے اور برابر ہے کہ وہ تصویر کپڑے میں ہو یا فرش میں، دینار درہم اور پیسوں میں ہو یا برتنوں میں اور دیواروں میں اور برابر ہے کہ وہ مجسم مورت ہو جس کا سایہ پڑتا ہے یا محض نقش اور رنگ کی صورت میں ہو۔ یہی فرمایا ہے جماعت علماء امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہم نے۔

اور شیخ الاسلام نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے اور حافظ نے فتح الباری میں اسی کی توثیق کی ہے (فتح الباری ص۳۱۵ ج۱۰)

قال اصحابنا وغیرھم من العلماء تصویر صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم وھو من الکبائر لانہ متوعد علیہ بھذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث و

ہمارے حضرات اور دوسرے علماء نے فرمایا ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے اور وہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے اس لئے کہ اس پر ایسی وعید شدید وارد ہے جو بہت سی احادیث میں مذکور

سواء صنعه بما يمتهن او بغيره فصنعته حرام بكل حال لان فيه مضاهات بخلق الله تعالى وسواء ما كان في ثوب او بساط او درهم او دينار او فلس او اناء او حائط او غيرها واما تصوير صورة الشجر ورحال الابل وغير ذلك مما ليس فيه صورة حيوان فليس بحرام هذا حكم نفس التصوير واما اتخاذ المصور فيه صورة حيوان فان كان معلقا على حائط او ثوبا ملبوسا او عمامة ونحو ذلك مما لا يعد ممتهنا فهو حرام وان كان في بساط يداس ومخدة ووسادة ونحوها مما يمتهن فليس بحرام ولا فرق في هذا كله بين ماله ظل وما لا ظل له هذا تلخيص مذهبنا في المسئلة وبمعناه قال جماهير العلماء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم وهو مذهب الثوري ومالك وابي حنيفة وغيرهم

(نووی مع مسلم ص ۱۹۹ ج ۲)

ہے اور اس میں برابر ہے کہ ایسی چیز کی تصویر بنائے جو عادۃً ذلیل و پامال رکھی جاتی ہے یا اور کسی چیز کی ہر حال بنانا اس کا حرام ہے اس لئے کہ اس میں حق تعالیٰ کی صفت خلق کی نقل اتارنا ہے اور یہ بھی برابر ہے کہ کپڑے میں ہو یا فرش میں اور درہم و دینار یا پیسہ میں ہو یا برتن اور دیوار وغیرہ میں لیکن درختوں کی اونٹ کے کجاوہ وغیرہ کی ایسی چیزوں کی جو ذی روح نہیں تو اس کی تصویر بنانا حرام نہیں یہ تو تصویر بنانے کا حکم ہے لیکن ان چیزوں کا استعمال جن میں ذی روح کی تصویر بنی ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ دیوار پر معلق یا پہنے ہوئے کپڑے یا عمامہ وغیرہ ایسی چیزوں میں ہوں جو عادۃً ذلیل و حقیر نہیں سمجھی جاتی تو ان کا استعمال حرام ہے اور اگر پامال فرش یا کسی گدے اور تکیہ وغیرہ میں ہو جو عادۃً ذلیل و پامال ہوتے ہیں تو یہ حرام نہیں اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ یہ تصویر مجسم ہو جس کا سایہ پڑتا ہے یا مجسمہ نہ ہو بلکہ محض نقش و رنگ ہو یہ خلاصہ ہے ہمارے مذہب کا مسئلہ تصویر میں اور یہی مذہب ہے جمہور علماء کا صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے علماء میں سے اور یہی مذہب ہے امام ثوری اور مالک اور ابو حنیفہ وغیرہم کا۔

وفي الدر المختار او كانت صغيرة لا تتبين تفاصيل اعضائها للناظر

اور در مختار میں ہے کہ اس تصویر کا استعمال بھی جائز ہے جو اتنی چھوٹی ہو کہ اس کو زمین پر رکھ کر

قائما دهی علی الارض ذکرہ الحلبی و قال الشامی وھذا اضبط لما فی القہستانی ردمثلہ فی الطحطاوی علی الدرر وشرح المنیہ)	آدمی کھڑا ہو کر دیکھے تو اس کے اعضاء کی تفصیل نظر نہ آئے۔ طحطاوی اور شرح منیہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

یہ مذہب حنفیہ کا نقل کیا گیا ہے۔ مالکیہ کا بھی یہی مذہب رسالہ بلوغ القصد والمرام بما تتفرعنہ الملائکۃ الکرام" میں شیخ الاسلام ابوجعفر کتانی نے نقل کیا ہے۔ شوافع اور حنابلہ سے بھی اس کے خلاف کوئی قول نظر سے نہیں گزرا۔ یہ تین قسم کی تصاویر کی رخصت تقریباً سب فقہاء میں متفق علیہ ہے۔ البتہ چوتھی رخصت یعنی لڑکیوں کے کھیلنے کی گڑیاں، اس میں حضرات فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ گڑیاں بھی عام تصاویر کی طرح حرام ہیں اور صدیقہ عائشہ کی یہ حدیث اس زمانے کی ہے جب کہ تصاویر کی حرمت کا حکم نہیں تھا۔ یہ قول محدث امام بیہقی، ابن جوزی، منذری، حلیمی، ابن بطال اور محدث داؤدی وغیرہ کا ہے اور ابو زید نے حضرت امام مالک ؒ سے بھی یہ نقل کیا ہے کہ آپ لڑکیوں کے لئے گڑیاں خریدنے کو ناجائز سمجھتے تھے۔ امام بیہقی ؒ حضرت عائشہ رضؓ کی گڑیوں کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا ثبت النھی عن اتخاذ الصور فتحمل علی ان الرخصۃ لعائشۃ رضؓ فی ذٰلک کانت قبل التحریم وبہ جزم ابن الجوزی (فتح الباری ص ۵۲۷ ج ۱۰) چونکہ تصاویر کے استعمال کی حرمت نصوص سے ثابت ہو چکی ہے، اس لئے حدیث عائشہ رضؓ کو اس پر محمول کیا جاوے گا کہ یہ حرمت تصاویر کے حکم سے پہلے کا واقعہ تھا جو منسوخ ہو گیا۔ ابن جوزی نے اسی کو قول فیصل قرار دیا ہے اور مسند احمد کی ایک مرفوع روایت سے بھی اس کی تائید ہوئی عن رجل من قریش عن ابیہ انہ کان مع ابی ھریرۃ فرأی ابوھریرۃ فرسا من رقاع فی ید جاریۃ فقال الا تری ھذا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما یعمل ھذا من لاخلاق لہ۔ (مسند احمد مع فتح ربانی ص ۲۷۸ ج ۱۷) ترجمہ:۔ ایک شخص حضرت ابوہریرہ رضؓ کے ساتھ تھے

دیکھا کہ ایک لڑکی کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا گھوڑا تھا ابوہریرہ نے فرمایا کہ تم نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ کام ان لوگوں کا ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ بعض نے فرمایا ہے کہ اس سے صرف نابالغ لڑکیوں کے معاملہ میں مساہلت کا معاملہ معلوم ہوتا ہے نابالغ لڑکیاں جو احکام کی ابھی مکلف نہیں۔ اُن کو گڑیوں کے کھیل سے منع نہ کیا جاوے گا صدیقہ عائشہ رض کا یہ واقعہ بھی اُن کی نابالغی کے زمانے کا ہے بالغوں کے لئے ان کا استعمال حسب عموم احادیث حرام ہوگا۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ صدیقہ عائشہ کے لئے گڑیوں کی رخصت دینے کا سبب یہ تھا کہ وہ گڑیاں درحقیقت مکمل تصویریں نہ تھیں کچھ یوں ہی نام گڑیوں کا رکھ دیا گیا تھا اور قرینہ اس کا یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں اور ان کے درمیان جو چیز رکھی ہے یہ کیا ہے؟ اگر یہ مکمل تصویریں ہوتیں تو اس سوال کی کیا ضرورت تھی دیکھتے ہی خود معلوم ہو جاتا کہ یہ عورتوں یا گھوڑوں کی تصویریں ہیں (کذا ذکرہ مولانا محمد یحییٰ فی تعلیقہ علی ابی داؤد ناقلاً عن الشیخ الگنگوہی) حافظ منذری نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے کہ صدیقہ عائشہ کی گڑیاں مکمل تصویریں نہیں تھیں (فتح الباری)

اور بعض علماء نے مطلقاً گڑیوں کی تصاویر کو عام حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جیسا کہ پامال تصاویر مستثنیٰ کی گئی ہیں۔

اور امام نووی رح نے شرح مسلم میں حضرت عائشہ رض کی حدیث [۲۱] کی تشریح میں لکھا ہے:

المراد هذه اللعب المسماة بالبنات التي تلعب بها الجواري الصغار ومعناه التنبيه على صغر سنها قال القاضي وفيه جواز اتخاذ اللعب وإباحة لعب الجواري بهن وقد جاء أنه عليه الصلوٰة والسلام رأى ذلك لم ينكره	مراد لُعَب سے وہ ہیں جن کو گڑیاں کہا جاتا ہے جن سے چھوٹی لڑکیاں کھیلتی ہیں اور مطلب اس روایت کا اس پر متنبہ کرنا ہے کہ صدیقہ عائشہ اس وقت بہت صغیر سن تھیں۔ قاضی ایاض نے فرمایا ہے کہ اس روایت سے جواز ثابت ہوتا ہے گڑیاں رکھنے اور چھوٹی بچیوں

قالوا وسببه تدريبهن لتربية الاولاد واصلاح شانهن و بيوتهن اھ

کے ان سے کھیلنے کا کیونکہ اس حدیث میں ثابت ہے کہ آپ نے ان کو دیکھا اور اس پر نکیر و اعتراض نہیں کیا، علماء نے فرمایا کہ سبب اس کا لڑکیوں کو خانہ داری کا انتظام اور بچوں کی پرورش سکھاتا ہے۔

اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے:-

ويحتمل ان يكون مخصوصًا من احاديث النهي من اتخاذ الصور لماذكر من المصلحة ويحتمل ان يكون قضية عائشة رض في اول الهجرة قبل تحريم الصورة (مرقاة طبع جديد ملتان ص۲۰۶ ج۶)

اور مرقات میں ملا علی قاری نے فرمایا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ گڑیوں کی حدیث عام حرمت تصاویر سے مستثنیٰ اور مخصوص ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ واقعہ حرمت تصاویر سے پہلے کا ہو اور بعد احادیث حرمت کے وہ منسوخ ہو گیا ہو۔

في متفرقات البيوع من الدر المختار وفي آخر حظر المجتبیٰ عن ابي يوسف يجوز بيع اللعبة وان يلعب بها الصبيان انتهى - قال الشامي و نسبته الى ابي يوسف لاتدل على ان الامام يخالفه لاحتمال ان لا يكون في المسئلة قول (ردالمحتار طبع استنبول ص۲۹۰ ج ۲) ومثله في مكروهات الصلوٰة ص۴۰۴ ج۱

اور در مختار کی کتاب البیوع کے متفرقات میں مجتبیٰ کے حوالہ سے ابو یوسف کا یہ قول نقل کیا ہے کہ گڑیا کی بیع جائز ہے اور بچوں کا ان سے کھیلنا بھی جائز ہے اور علامہ شامی نے فرمایا کہ یہاں ابو یوسف کا قول کسی اختلاف کے بیان کے لئے نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں کوئی صریح قول منقول ہی نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ لڑکیوں کی گڑیوں کے معاملہ میں فقہاء کے چار اقوال ہیں، ایک یہ کہ وہ بھی عام تصاویر کی طرح حرام ہیں اور صدیقہ عائشہ رض کی روایت تصاویر کی حرمت سے پہلے زمانے کے متعلق ہے جو بعد میں منسوخ ہو گئی زیادہ تر محدثین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

اور ایک قول اس کے بالمقابل قاضی عیاض کا ہے کہ اسی حدیث کی رو سے بچوں کی گڑیاں حرمت تصویر سے مستثنیٰ کر دی گئیں وہ جائز ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ نابالغ بچیوں کے لئے اجازت ہے عام اجازت نہیں حنفیہ کا مسلک مذکورہ عبارت در مختار سے یہی معلوم ہوتا ہے یہ حضرات صدیقہ عائشہؓ کے اس قصہ کو بلوغ سے پہلے کا قصہ قرار دیتے ہیں کیونکہ صدیقہ عائشہؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں چھ سات سال کی عمر میں آئی ہیں۔ جو وقت بلوغ کا نہیں تھا اسی زمانہ میں یہ واقعہ ہو سکتا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ صدیقہ عائشہ کی روایت میں جن گڑیوں کا ذکر ہے وہ مکمل تصاویر تھی ہی نہیں۔ اس لئے حرمت تصاویر کی روایات سے اس کا کوئی تعارض نہیں لیکن پہلے اور تیسرے قول پر ابوداؤد کی روایت جو ابو سلم کے طریق سے منقول ہے اس میں اس واقعہ کی تاریخ غزوہ خیبر یا غزوہ تبوک سے واپسی بتلائی ہے جو ۷ھ اور ۹ھ میں ہیں اس وقت تک تصاویر کی حرمت کے احکام نہ ہونا یا حضرت صدیقہ عائشہ کا نابالغ ہونا دونوں چیزیں نہایت بعید ہیں۔

لیکن جب اس روایت کے دوسرے طرق کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ گڑیوں کا واقعہ میں غزوہ خیبر و تبوک کا ذکر کہیں بجز اس ایک طریق ابوداؤد کے اور کسی کتاب میں نہیں۔ یہ واقعہ صحیحین بخاری و مسلم میں بھی آیا ہے اور مسند احمد وغیرہ میں بھی ان میں سے کسی میں سفر خیبر و تبوک کا کوئی ذکر نہیں اس لئے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوداؤد کے اس طریق میں کسی راوی کو مغالطہ پیش آیا ہے کہ دراصل سفر تبوک یا خیبر کا حوالہ اس واقعہ میں آیا ہے جو حضرت صدیقہ عائشہ کے ایک مصوّر پردہ (قرام) یا دُرنوک) اپنے گھر میں کسی طاق یا الماری پر ڈالا تھا۔ ان دونوں روایتوں میں صحیحین بخاری و مسلم کی روایت میں سفر سے واپسی کا ذکر ہے اور فتح الباری میں اس سفر کو بحوالہ بیہقی سفر تبوک اور بحوالہ ابوداؤد خیبر یا تبوک لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر کے نزدیک ابوداؤد کی روایت میں غزوہ خیبر یا تبوک کا تعلق صدیقہ عائشہؓ کی گڑیوں کے واقعہ سے نہیں بلکہ مصوّر

پردہ کے واقعہ سے ہے۔ راوی کو مغالطہ کی وجہ شاید یہ پیش آئی ہو کہ (قرام اور دُرنوک) کے واقعہ میں صحیح مسلم کے الفاظ میں یہ بھی ہے کہ اس پر ایک پروں والے گھوڑے کی تصویر تھی اور حضرت عائشہ کی گڑیوں میں بھی کوئی ایسی چیز تھی جس کو انھوں نے پروں والا گھوڑا قرار دیا تھا اس سے راوی کو یہ اشتباہ ہوجانا کچھ بعید نہیں اور خود ان دو واقعات کے الفاظ اور بیان کو دیکھئے تو وہ اس پر کھلی شہادت دیں گے کہ یہ گڑیوں کا واقعہ صدیقہ عائشہ رضہ کے ابتدائی بچپن کے زمانہ کا ہے اور قرام و دُرنوک کا واقعہ اس کے بعد کا ہے۔ یہ صحیح مسلم کتاب النکاح کی حدیث صدیقہ عائشہ کے ساتھ بلوغ سے پہلے گڑیاں ہونا اور رخصتی کے وقت ان کا ساتھ آنا مذکور ہے یہ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ہجرت کے بالکل ابتدائی زمانہ کا ہے۔

الفاظ اور بیان کا تقابل کیجئے کہ پردہ کے واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ناگواری کے آثار دیکھتے ہی سب سے پہلے جو کلمہ صدیقہ عائشہ رضہ نے بولا وہ توبہ کے متعلق ہے یہ بات بھی بعد میں پوچھی کہ میرا گناہ کیا ہے اور گڑیوں کے واقعہ میں بالکل بچّوں کی طرح ان کی گفتگو ہے۔

ان سب قرائن قویہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صدیقہ عائشہ کی گڑیوں کا واقعہ بالکل ابتداء ہجرت کے زمانے میں پیش آیا جب کہ تصاویر کی حُرمت کے احکام نہ تھے۔ نیز حضرت صدیقہ صغیر السن لڑکی تھیں اس لئے جن حضرات نے اس حدیث کو احادیث حرمت سے منسوخ قرار دیا یا جنھوں نے اس کو صرف نابالغ لڑکیوں کی خصوصیت قرار دیا ان کے کلام کی گنجائش بلا شبہ موجود ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ صحابہ و تابعین اور ائمہ فقہاء نے ان احادیث رخصت سے یہ نتائج نکالے ہیں :-

(۱) تصویر کشی اور تصویر سازی کسی جاندار کی کسی حال جائز نہیں صرف غیر ذی روح

بے جان چیزوں کی تصاویر بنا سکتے ہیں۔

اور تصاویر کے استعمال میں مندرجہ ذیل قسم کی تصاویر کی اجازت دی ہے۔

(۱) سر کٹی ہوئی تصویر جو درخت کے مشابہ ہوجائے۔

(۲) پامال تصاویر جو جوتے کے تلے یا فرش وغیرہ میں ہوں۔

(۳) بہت چھوٹی تصویریں جیسے انگوٹھی اور بٹن کی تصویریں، وہ بھی عام نقش و نگار کے حکم میں ہیں۔

(۴) بچیوں کے کھیلنے کی گڑیاں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض حرام فرماتے ہیں بعض جائز اور بعض خاص شرائط کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔

لیکن اصل مسئلہ تصویر کی حرمت کا سب کے نزدیک متفق علیہ ہے یہ کسی نے نہیں کہا کہ ان سے احادیث حرمت کو منسوخ قرار دے کر اصل تصویر ہی کو جائز کر ڈالا ہو۔ یا جائز تصویروں کی کوئی ایسی علت نکالی ہو جس کی وسعت میں عام تصویریں بھی حلال ہو جائیں۔

مگر آج کل کے جدید مصنفین نے ان احادیث رخصت کو عام تصاویر کی حلت کا حیلہ بنا لیا ہے اور ایک نیا حیلہ تو ایسا ایجاد کیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ تصاویر کی ساری ہی بحث ختم ہوجاتی ہے وہ یہ کہ آج کل جس طرح تمام مصنوعات جو پہلے ہاتھ میں دستی بنائی جاتی تھیں اب مشینوں اور آلات کے ذریعہ بنتی ہیں۔ اسی طرح تصاویر سازی کے فن کو اس مشینی دور نے ترقی دے کر فوٹو گرافی اور عکاسی کی صورت دیدیا ہے بعض علماء مصر نے پھر بعض علماء ہند نے بھی اس کے متعلق یہ فرما دیا کہ فوٹو کے ذریعہ جو تصویر لی جاتی ہے وہ تصویر کے حکم میں داخل ہی نہیں۔ وہ تو ایک ظل اور سایہ ہے جیسے آئینہ اور پانی میں انسان کی شکل دیکھی جائے اس کے حرام و ناجائز ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں۔

اور یہ فتنہ ایسا عام ہوا کہ بہت سے علماء و صلحاء بھی کاغذی پیراہنوں میں دنیا بھر میں چلتے پھرتے نظر آنے لگے اور ارباب عمائم و قبا کے فوٹو دنیا میں عام ہوگئے

یہ صحیح ہے کہ بعض علماء کو اس فوٹو کے اسٹیج پر زبردستی انکے علم وقصد کے خلاف لایا جاتا ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ بہت سے حضرات بالقصد اس میں شریک ہوتے ہیں۔ اس لئے پہلے اسی مسئلہ کے متعلق لکھا جاتا ہے جس کا مستقل نام بھی رکھ دیا ہے تاکہ علحدٰہ بھی بصورت رسالہ شائع ہو سکے۔

کشف السجاف
عن
وجہ فوتوغراف

فوٹو کے متعلق شرعی احکام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج کل آخرت سے غفلت اور فسق و فجور اور گناہوں کے عموم و شیوع کا زمانہ ہے جو اپنی جگہ خود ایک مصیبت ہے۔ لیکن اس وقت ایک نئی مصیبت اس مشینی دور نے کھڑی کر دی کہ جو چیزیں پہلے دستی صنعت سے بنائی جاتی تھیں اب وہ مشینوں کے ذریعہ پہلے سے زیادہ صاف ستھری اور جلد سے جلد بن کر تیار ہوتی ہیں ان مشینوں کے ذریعہ تیار ہونے والی چیزوں کے عموماً نام بھی الگ رکھ دیئے گئے۔

جن چیزوں کی شریعت اسلام نے کسی خاص نام اور عنوان سے حرام کیا تھا اب وہ نام و عنوان نہ رہا تو کچھ لوگوں نے اس کو حیلہ جواز بنا لیا۔ اور یہ وہی آفت ہے جس کے واقع ہونے کی خبر علامات قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے دے چکے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا۔

"میری اُمت کے کچھ لوگ شراب کو اس کا نام بدل کر پئیں گے اُن کے سامنے راگ باجے اور گانے والی عورتیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان میں بعض کو زمین میں دھنسا دیں گے اور بعض کی صورتیں مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیں گے" (رواہ ابن ماجہ و ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب المنذری ص۱۸۷ ج۳)

آجکل لوگوں نے یہی معاملہ شراب کے علاوہ دوسرے گناہوں اور فسق وفجور کے ساتھ کرلیا ہے کہ اُن کی شکلیں صورتیں نئی نئی نکال کر اُن کے نام بدل ڈالے اور گناہ اور ثواب کے فکر سے فارغ ہوگئے۔

سود اور قمار کی اس دنیا نے ایک سے ایک نئی صورت اختیار کی سودخواری کا نام بینکنگ رکھ دیا۔ قمار کی ہزاروں صورتیں ایجاد ہوگئیں لاٹری کے نئے نئے طریقے ایجاد ہوگئے عرف میں ان کو قمار وجوا نہیں کہا جاتا یہاں تک کہ حکومت کے قوانین میں بھی اگرچہ قمار اور جُوا ممنوع قرار دے رکھا ہے لیکن ان نئی صورتوں کو قمار کے مفہوم سے خارج سمجھ کر کھلے بندوں استعمال کی جاتی ہیں۔

گھوڑوں وغیرہ کی ریس (گھوڑدوڑ) پر بڑی بڑی رقموں کی بازی لگائی جاتی ہے سٹّہ کا بازار رات دن یہی سود اور قمار کا کام کرنے کے لئے کھلا ہوا ہے جل معمّہ کا جُوا بہت سے رسائل اور اخبارات کا کاروبار بنا ہوا ہے جن میں جوئے اور قمار کی پوری حقیقت موجود ہوتے ہوئے صرف اس کا نام بدلنے سے بہت سے لوگ مغالطہ میں اور بہت سے محض حیلہ جوئی کے مدمیں ان کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔

یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کھلے طور پر سود اور قمار کا کاروبار نہیں کرتے کچھ بھی سہی کم ازکم اس کا نام تو سود و قمار نہیں ہے اس لئے ہمارا گناہ ہوا بھی تو ہلکا ہوگا۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برخلاف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کی خلاف ورزی اس طرح کی حیلہ جوئی کے ذریعہ کھلے طور پر کرنا یہ ایک گناہ کو دو گناہ بنا دیتا ہے ایک اصل گناہ دوسرے اس گناہ کو حلال سمجھنے سمجھانے کی کوشش اور یہ دوسرا گناہ پہلے گناہ سے بھی زیادہ اشد ہے۔

کارہا با خلق آری جملہ راست ۔۔۔ باخدا تزویر وحیلہ کے رواست

یہی معاملہ ہمارے زیر بحث مسئلہ "فوٹوگرافی" میں ہوا ہے کہ یہ تصویر سازی کی ایک مشین ایجاد ہوئی جس میں اصل شئے کا سایہ فوٹو کے شیشہ پر لے کر اس کو رنگ اور مسالہ کے ذریعہ پائدار بنا دیا جاتا ہے اس طرح تصویر بالکل نقل مطابق اصل بھی

ہو جاتی ہے اور قلم گھسنے کی محنت و دیدہ ریزی سے بھی نجات ہو جاتی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ فوٹوگرافی فن تصویر سازی کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے اور تصویر کشی کے گناہ کو اس نے آسان اور سستا کر کے ایک وبائی مرض بنا دیا ہے۔

مگر کچھ حضرات ہیں جنھوں نے فلسفہ یہ اختیار کیا کہ جب کوئی مرض وبائی صورت اختیار کر لے اور عام ہو جائے تو اس کو مرض ہی کہنا چھوڑ دو نہ اس کے علاج کی ضرورت ہے اور نہ اس سے بچنے کی کوشش ضروری ہے اور حیلہ یہ نکالا کہ فوٹو کی تصویر درحقیقت تصویر نہیں وُہ تو ایک سایہ اور ظل ہے جیسے آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں میں انسان کا چہرہ اور پورا بدن بے کم و کاست سامنے آجاتا ہے اسی طرح فوٹو کے آئینہ پر انسان کی تصویر آجاتی ہے تو جس طرح آئینہ اور پانی میں اپنی یا کسی دوسرے کی تصویر دیکھنا استعمال کرنا کسی کے نزدیک تصویر سازی یا استعمال تصویر کے گناہ میں شامل نہیں اسی طرح فوٹو سے حاصل شدہ تصاویر بھی ایک ظل اور سایہ ہیں ان کے حاصل کرنے اور استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

لیکن یہ بات کچھ زیادہ غور و فکر کی محتاج نہیں کہ آئینہ پانی وغیرہ کے اندر آئے ہوئے عکس اور فوٹو سے حاصل کی ہوئی تصویر میں زمین و آسمان کا فرق ہے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا محض ایک فریب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ظل اور سایہ قائم و پائدار نہیں ہوتا بلکہ صاحبِ ظل کے تابع ہوتا ہے۔ جب تک وہ آئینہ کے مقابل کھڑا ہے تو یہ ظل بھی کھڑا ہے جب وہ یہاں سے الگ ہوا تو یہ ظل بھی غائب اور فنا ہو گیا۔ فوٹو کے آئینہ پر جو کسی انسان کا عکس آیا اس کو عکس اُسی وقت تک کہا جا سکتا ہے جب تک اس کو رنگ و روغن اور مسالہ کے ذریعہ قائم اور پائدار نہ بنا دیا جائے اور جس وقت اس عکس کو قائم اور پائدار بنا دیا اُسی وقت یہ عکس تصویر بن گئی۔ تصویر سازی کے لئے رنگ و روغن قلم سے لگایا جائے یا کسی مشین سے اس سے مسئلہ کی صورت نہیں بدلتی اس کی مثال تو بالکل یہ ہے کہ ایک شخص کو کسی آئینہ کے بالمقابل کھڑا کر کے اس کی صورت شکل کو کسی روغن کے ذریعہ اس آئینہ پر مرتسم کر دیا جائے تو یہ عکس جب تک رنگ روغن

کے ذریعہ قائم اور پائدار نہیں تھا اس وقت تک عکس تھا اُس میں کوئی حُرمت وممانعت نہ تھی اور جب اس عکس کو رنگ روغن کے ذریعہ شیشہ پر مرتسم پائدار بنادیا تو اب یہی عکس تصویر بن گئی اس لئے اس کے بعد وہ ذی ظل کے تابع نہیں رہتی، صاحب ظِل یہاں سے چلا جاتا ہے مگر تصویر آئینہ پر قائم رہتی ہے۔

فوٹو کے جواز کی ایک دوسری وجہ

بعض حضرات نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ فوٹو گرافر اعضاء کی تخلیق و تکوین نہیں کرتا اور حدیث میں تصویر کشی کو حرام قرار دینے کی وجہ یہی بیان فرمائی ہے کہ تصویر سازی میں اللہ تعالیٰ کی ایک مخصوص صفت کی نقالی اور گویا ہمسری کا ادّعا ہے اس لئے اس کا عذاب یہ ہوگا کہ اس کو اپنی بنائی ہوئی تصویریں جان ڈالنے کے لئے کہا جائے گا جب وہ اس سے عاجز ہوگا تو عذاب دیا جائے گا۔

لیکن ذرا بھی غور سے کام لیں تو اعضاء کی حقیقی تخلیق و تکوین تو کوئی مصوّر بھی نہیں کرتا اعضاء کی ظاہری سطح نقش کے ذریعہ بنادیتا ہے نہ اس میں رگیں پٹھے بنتے ہیں نہ ہڈی اور گوشت بنتا ہے۔ اس ظاہری سطح کا نقش بنا دینے ہی کا نام شریعت نے تصویر رکھا ہے جس کو حرام قرار دیا ہے تو فوٹو میں اعضاء کی سطح کو رنگ روغن کے ذریعہ قائم کر دینے اور قلم سے رنگ بھر دینے میں کیا فرق ہے۔ حدیث کے الفاظ میں بھی اس کو تخلیق نہیں بلکہ مضاہات خلق اللہ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے یعنی تخلیق خداوندی کی مشابہت پیدا کرنا اور نقالی کرنا اس میں ظاہر ہے کہ وہ قلم کے ذریعہ کی جائے یا کسی مشین کے ذریعہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں جس طرح لوہے پیتل وغیرہ کے تصویری مجسّمات لوگ ہاتھ سے بناتے ہیں اسی طرح بعض سانچوں اور مشینوں کے ذریعہ بھی ڈھالے جاتے ہیں۔ اعضاء کی تخلیق و تکوین الگ الگ ان سانچوں مشینوں میں بھی نہیں ہوتی مگر مشین تھوڑی دیر میں بہت سے بُت بنادیتی ہے کیا اس کو جائز کہا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ جس صورت میں مصوّر اعضاء کی تخلیق و تکوین نہ کرے تو وُہ تصویر کشی جائز ہوجائے کیونکہ احادیث رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم میں حرمت

تصاویر کی متعدد وجوہ بیان کی گئی ہیں جو بیان کی گئی ہیں جو بیانِ احادیث کے بعد اوپر لکھ دی گئی ہیں اگر کسی تصویر میں بالفرض ایک وجہ حُرمت تصویر کی موجود نہ ہو تو اس سے وہ تصویر حلال نہیں ہو جاتی کیونکہ دوسری وجوہ حُرمت وہاں بھی موجود اور قائم ہیں مثلاً اُن کا ذریعہ شرک ہونا اور رحمت کے فرشتوں کے داخلہ سے مانع ہونا وغیرہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ فوٹو گرافی کو تصویر سازی سے الگ کوئی چیز سمجھنا اور بذریعہ فوٹو حاصل شدہ تصاویر کو تصاویر نہ کہنا ایک بدیہی غلطی اور خالص نفس کا فریب ہے جس میں بہت سے متدیّن حضرات اور بعض علماء تک مبتلا ہو گئے ہیں۔

اس جگہ مولانا ابوالکلام آزاد کا وہ خط یاد کیجئے جو انھوں نے رانچی جیل سے اپنے کسی خاص آدمی کو لکھا ہے جس میں اپنا فوٹو دینے سے یہ کہہ کر انکار کیا ہے کہ تصویر کھینچنا کھنچوانا اور اس کا رکھنا سب حرام ہیں جس سے واضح ہوا کہ اس دنیا کے روشن خیال حضرات بھی فوٹو کو تصویر کشی ہی قرار دیتے ہیں۔

عرب ممالک میں فوٹو کا رواج وبائی مرض کی طرح ہو چکا ہے لیکن وہاں بھی علماءِ حق نے اس کی ممانعت و حرمت پر رسالے اور مقالے لکھے ہیں۔ ریاض نجد کے ایک عالم شیخ عبدالرحمٰن بن فریان کا ایک مستقل رسالہ حال میں نظر سے گزرا جس میں فوٹو کی تصاویر کو حرام قرار دے کر دردمندانہ فریاد کی ہے کہ اگرچہ یہ بلا عام ہو چکی ہے مگر مسلمانوں کو ہمت نہیں ہارنا چاہیے۔ خود بچیں دوسروں کو بچانے کی فکر کریں کسی گناہ کا عام رواج پا جانا اس کو حلال نہیں کر دیتا بلکہ اور زیادہ خطرہ عذابِ الٰہی کا اس سے ہو جاتا ہے۔

حق تعالےٰ ہم سب کو اپنے دین کی فہم سلیم اور اس پر عمل مستقیم کی توفیق عطا فرمائیں واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

احادیثِ رخصت جدید مصنفین کی نظر میں

احادیثِ حرمت منسوخ ہیں | بعض علماء نے حضرت صدیقہ عائشہؓ کی حدیث مصور پردہ کے مختلف الفاظ قرام، درنوک اور دونوں میں بیان واقعہ کے کچھ کچھ فرق کو باہم ٹکرایا ہے کہ اس اضطراب کے ہوتے ہوئے اس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہو سکتا اور جب کہ یہ معلوم ہے کہ روایات جس طرح حرمتِ تصویر کے لئے آتی ہیں ایسے ہی بعض روایات میں حلت کا بھی بیان ہے تو پھر یہ کیوں نہ کہا جائے کہ حرمت ابتدائے اسلام میں ہو جو تصاویر کے ذریعہ بُت پرستی ہونے کی بنا پر تھی بعد میں جب یہ اندازہ ہو گیا کہ اب توحید مسلمانوں میں راسخ ہو چکی ہے شرک میں مبتلا ہونے کا احتمال نہیں رہا اس لئے اجازت دے دی گئی ہے۔

لیکن ان متواتر احادیث حرمت کے پورے ذخیرہ کو بغیر کسی قوی دلیل کے محض اپنے گمان اور تخیل سے منسوخ کہہ دینا علم کی شان سے بہت بعید ہے خصوصاً جب کہ تصاویر کی حرمت اور اس کے واقعات صحابہ و تابعین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جاری اور نافذ رہے ہوں اور جب کہ مرضِ وفات میں بھی آپ سے تصاویر پر وعید منقول ہے۔

اسی لئے جمہور اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ تصاویر جیسے پہلی اُمتوں میں حرام نہ تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنات اُن کے لئے محرابیں اور تصاویر بنایا کرتے تھے اس کی تصریح قرآن میں موجود ہے اسی طرح ابتداءِ اسلام میں ایک وقت تک تصاویر کو حرام نہیں قرار دیا گیا جس کی مدت مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہجرت کے ابتدائی زمانہ تک بتلائی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بہت سی وہ چیزیں جو شریعتوں میں اس لئے جائز تھیں کہ خود ان میں کوئی خاص مفسدہ نہیں تھا مگر بعد میں وہ مفاسد کا ایسا ذریعہ بن گئیں کہ اس سے پوری اُمت گمراہ ہو گئی۔ شریعتِ اسلام چونکہ ابدی شریعت ہے اور نبوت

اور سلسلۂ وحی ختم ہو چکا ہے اس لیے جن افعال کے ذریعہ پچھلی اُمتوں میں گمراہی پھیلنے کا تجربہ ہو چکا تھا اگرچہ خود وہ کام حرام نہ تھے۔ شریعتِ اسلام میں ایسے افعال کو بھی سدِ ذرائع کے طور پر حرام کر دیا گیا ہے۔

تصاویر کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے کہ ان کی تعظیم و تکریم پچھلی اُمتوں کی گمراہی اور شرک و بُت پرستی میں ابتلاء کا سبب بنی تھی اس لئے اس اُمت مصطفویہ میں اس فعل ہی کو حرام کر دیا گیا۔

عورتوں کا بے پردہ پھرنا اپنی ذات میں کوئی گناہ نہ تھا مگر پچھلی اُمتوں میں اس کے ذریعہ سخت فواحش میں ابتلاء کا تجربہ ہو چکا تھا اس لئے اسلام نے عورتوں پر پردہ لازم کر دیا۔

اور اکثر ایسے مسائل ہیں اسلامی شریعت بھی ابتدائی زمانہ میں سابقہ شریعتوں کی طرح رہی بعد سدِ ذرائع کے طور پر ایسی چیزوں کو بھی حرام قرار دے دیا جو اگرچہ اپنی ذات میں گناہ بھی نہ ہوں مگر گناہوں میں مبتلا ہونے کا ذریعہ بن جاتی ہوں۔ شریعتِ اسلام میں اس کے نظائر بہت ہیں فقہاء نے سدِ ذرائع کو ایک مستقل باب کی حیثیت سے لکھا ہے۔

اس کا مقتضٰی یہی ہے کہ ہجرت کے ابتدائی زمانہ تک اسلام میں بھی تصویر کی ممانعت نہ تھی بعد میں حرمت کے احکام آئے اس کی شہادت کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کے جس مصوّر پردہ پر آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ناراض ہوئے اور اُس کو پھاڑ ڈالا یہ واقعہ اکثر محدّثین کے نزدیک غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ہوا ہے اور غزوہ تبوک ۹ھ ہجری کا واقعہ ہے اور مرض الموت میں حضرت ام سلمہ وغیرہ کا کنیسہ ماریہ حبشہ کا ذکر کرنا اور اس پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا تصویر سازی پر عذاب کا ذکر فرمانا مذکور ہے یہ سب کھلے شواہد ہیں کہ تصاویر کی اجازت کا تعلق ابتدائے اسلام سے تھا اور ممانعت بعد میں آئی اگر اسی اصول سے کام لینا ہے کہ جو احکام بعد میں آئے ان کو پچھلے کا ناسخ قرار دے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ احادیث رخصت سبھی منسوخ مانی جائیں اور کسی

طرح کی رخصت بھی تصویر کے متعلق نہ ہو مگر جمہور اُمت نے اس معاملہ میں ناسخ منسوخ کے احکام جاری کرنے کے بجائے حُرمت سے خاص خاص قسم کی تصاویر کو مستثنیٰ قرار دیدیا ہے واللہ اعلم۔

تصاویر میں مشرکانہ اور غیر مشرکانہ کی تفریق

بعض علماء نے احادیث حُرمت و اجازت دونوں میں تطبیق اس طرح دی کہ حرام و ممنوع صرف وہ تصاویر ہیں جو عبادت و پرستش کے کام میں آتی ہیں جیسے حضرت عیسیٰ و مریم علیہما السلام کی تصویر یا بتوں کی تصاویر۔ باقی دوسری تصویریں جن میں عبادت و بُت پرستی کا کوئی شائبہ نہیں وُہ سب جائز ہوں لیکن احادیث مذکورہ میں ذرا بھی غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ جن تصاویر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا اور اس پر ناراض ہوئے بدست خود اس کپڑے کو چاک کر دیا اس میں اس کا کوئی احتمال نہیں کہ پوجا پاٹ کی تصویریں ہوں اگر ایسا ہوتا تو صدیقہ عائشہ رضؓ اور دوسرے حضرات صحابہ جن کے پاس یہ تصویریں دیکھ کر ممانعت کی گئی وہ خود ہی اُن سے پرہیز کرتے کیا کسی صحابی کے متعلق یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ بتوں اور معبودات باطلہ کی تصویروں کو اپنے گھروں میں جگہ دیں گے۔ کلّا واللہ۔

اور اگر بالفرض یہ تصویر بھی ایسی ہی مشرکانہ تھی تو گدا بنانے کے بعد بھی تصویر اس میں موجود تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو استعمال فرماتے تھے تو کیا یہ مشرکانہ تصویر کا استعمال نہیں ہوا؟

بات اس کے سوا کچھ نہیں کہ جو تصاویر صدیقہ عائشہ رضؓ یا دوسرے صحابہ کے پاس دیکھ کر اظہار ناراضی کیا گیا اور اُن کو ممنوع قرار دیا وُہ سب تصاویر محض زینت کے لئے تھیں مشرکانہ تصاویر کا وہاں کوئی احتمال نہیں اس لئے یہ فرق کرنا کہ حرام صرف وہ تصویریں ہوں جن کی پُوجا پاٹ کی جاتی ہے باقی سب جائز ہوں کسی طرح احادیث مذکورہ میں اس کی گنجائش نہیں نکالی جا سکتی۔ البتہ جبرئیل نے اس کی خود تلقین کی کہ یا تو اس تصویر کا سر کاٹ دیجئے یا پھر اس کو پامال گدے اور فرش کی صورت میں استعمال کیجئے اس سے اتنی بات ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ تصویروں کا استعمال ان کے کھڑے ہونے کی صورت میں ایک گونہ اس کی تعظیم ہے اور تصویروں کی تعظیم ہی دنیا

یں شرک وبت پرستی کا ذریعہ بنی ہے اس لئے مشرکین کی مشابہت کم از کم اس طرح کے استعمال میں ہو جاتی ہے اس مشابہت کا قلع کرنے کے لئے ان کو پامال کرکے استعمال کرنے کی اجازت دیدی یہ کسی ایک حدیث کے ایک جملہ میں بھی نہیں کہ فلاں تصویر مشرکانہ تھی اس لیے اس کو حرام کیا گیا فلاں مشرکانہ نہیں تھی اُس کی اجازت دے دی گئی۔ واقعہ جبرئیل میں بھی جبرئیل علیہ السلام نے یہ کہہ کر تصویر پر نکیر نہیں کیا کہ یہ مشرکانہ تصویر ہے اس لئے اس کو ہٹائیے۔ یہ کہیں نہیں کہا کہ فرشتے اس مکان میں نہیں جاتے جس میں مشرکانہ تصاویر ہوں۔

پھر معلوم نہیں کہ یہ مشرکانہ اور غیر مشرکانہ کی تفریق اور دونوں کے احکام میں فرق کتاب و سنت اور شریعت اسلام کی طرف کس طرح منسوب کیا گیا ہاں ان تمام روایات سے اتنا ضرور معلوم ہُوا کہ تصویر خواہ مشرکانہ ہو یا غیر مشرکانہ اس کا استعمال معلق پردے کی صورت میں یا بڑے تکیئے پر کھڑے ہونے کی صورت میں حرام و ممنوع ہے لیکن جب اس کو پامال کرکے محل ذلّت میں ڈال دیا جائے تو اس کی اجازت ہوجاتی ہے کیونکہ اس طرح کے استعمال میں تصویر کی عبادت کا کوئی احتمال نہیں رہتا اور تصویر کی پرستش کرنے والوں کے ساتھ مشابہت بھی نہیں رہتی۔

اور یہ بھی تو دیکھئے کہ احادیث رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم جو تصویر بنانے اور اُس کے استعمال کرنے کی ممانعت کے لئے آتی ہیں اور جن کا ایک بڑا حصہ اوپر نقل کیا گیا ہے ان میں خود اس ممانعت اور حرمت کی جو وجوہ بیان ہوتی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) تصویر سازی میں اللہ جلّ شانہٗ کی مخصوص صفت تخلیق و تصویر کی مشابہت اور نقالی ہوتی ہے جو عملی طور پر حق تعالیٰ کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ ہے۔

(۲) یہ کہ بُت پرستی کا آغاز اس طرح ہوا کہ لوگوں نے اپنے بزرگوں کی تصاویر بطور یادگار رکھے اپنے مکانوں اور مسجدوں میں آویزاں کیں تاکہ ان کو دیکھ کر ان ہی کی طرح عبادت کی توفیق ہو اور ایک زمانہ تک ایسا ہوتا بھی رہا مگر بعد میں آنے والی نسلوں نے اپنے باپ دادوں کو ان تصاویر کی تعظیم و تکریم کرتے دیکھا تھا وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ ہمارے باپ دادے انھیں تصویروں کی پرستش کرتے تھے۔

آپ غور کریں کہ اس بناء حرمت میں تصویر کے مشرکانہ یا غیر مشرکانہ ہونے کا کیا دخل
صفت تخلیق میں رب العزّت کے ساتھ دعوٰی ہمسری کیا صرف عیسٰیؑ و مریم علیہما السلام
کی تصاویر بنانے میں ہوتا ہے دوسری تصاویر اس مضاہاتِ خلق اللہ سے خالی ہیں۔

اور کیا جس وقت عیسٰیؑ و مریم کی تصویر لوگوں نے بطور یادگار لگائی تھی اس وقت
یہ تصویریں معبود مانی جاتی تھیں جن کو مشرکانہ کہا جا سکے یا اس وقت یہ تصویریں بھی غیر معبود
اور غیر مشرکانہ تھیں مرور ایام کے بعد مشرکانہ بن گئیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تصویر کی حرمت و
جواز میں مشرکانہ اور غیر مشرکانہ کی تفریق قرآن و سنت اور عقل و قیاس کسی رو سے بھی
صحیح نہیں۔

ایک نامکمل روایت سے غلط استدلال

بعض علماء نے مسند ابوداؤد طیالسی کے حوالہ سے یہ روایت
نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ ایک چادر اوڑھے ہوئے
تھے جس میں تصویریں بنی تھیں ایک شخص نے اعتراض کیا تو انھوں نے کہا کہ میں نے
دیکھا نہیں تھا اس کے بعد فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اس لئے اس کو منع فرمایا ہے
کہ اس سے غرور و فخر پیدا ہوتا ہے اور بحمد للہ ہم لوگ ایسے نہیں لیکن چونکہ ان بزرگوں کے
کے نزدیک یہ بھی خلاف تقوٰی تھا اس لئے ابن عباسؓ نے حکم دیا کہ اس کی صورت بگاڑ
دی جائے۔

اس روایت کو نقل کر کے بعض علماء نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ تصاویر کا
استعمال ابن عباسؓ جیسے عظیم الشان صحابی بھی اپنے لباس میں کرتے تھے اور جب کسی نے
اعتراض کیا تو عذر یہ بتلایا کہ اس کی ممانعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمائی
تھی کہ اس کے استعمال میں تکبر و غرور پیدا ہوتا ہے اور الحمد للہ ہم اس مرض سے مامون
ہیں اس لئے اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جب ابن عباس اس میں مضائقہ
نہ سمجھیں تو ان سے زیادہ متقی کون ہے جو اس کو حرام کہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ مسند ابوداؤد طیالسی میں یہ روایت بہت ہی ناقص اور نامکمل بیان
ہوئی ہے جس سے یہ مغالطہ پیدا ہوتا ہے۔ پورا واقعہ اس کا مسند احمد میں بروایت

شعبہ یہ ہے کہ :

"مسور بن مخرمہؓ حضرت ابن عباسؓ کی عیادت کے لئے ان کے گھر گئے۔ ابن عباسؓ کسی درد میں مبتلا تھے۔ دیکھا تو وہ ایک ریشمی چادر اوڑھے ہوئے تھے میں نے عرض کیا ابن عباسؓ یہ کپڑا کیسا ہے ابن عباسؓ نے پوچھا، کیوں اس میں کیا بات ہے؟ تو مسور بن مخرمہؓ نے عرض کیا کہ یہ تو ریشمی کپڑا ہے تو ابن عباسؓ نے پہلے تو یہ عذر کیا کہ واللہ ماعلمت بہ۔ خدا کی قسم مجھے اس کی خبر نہیں ہوئی کہ یہ ریشمی کپڑا ہے اور پھر دوسری بات یہ کہی کہ میرا گمان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے صرف اس لئے منع فرمایا ہے کہ اس سے تکبر و غرور پیدا ہوتا ہے اور ہم بحمداللہ اس تکبر و غرور سے بری ہیں۔ پھر حضرت مسورؓ نے عرض کیا کہ آپ کی بھٹی یا چولھے کے پاس تصاویر کیسی ہیں تو فرمایا کہ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے ان تصویروں کو جلا دیا ہے مسورؓ کو تو ابن عباسؓ نے یہ جواب دے کر رخصت کر دیا مگر ان کے جانے کے بعد لوگوں سے کہا کہ یہ کپڑا میرے پاس سے ہٹا دو اور تصویروں کے سر قطع کر دو لوگوں نے عرض کیا کہ ابن عباسؓ اگر آپ ان کے سر کاٹ کر خراب نہ کریں بلکہ اسی طرح بازار میں بھیج کر فروخت کر دیں تو اچھی قیمت اٹھ جائے گی مگر ابن عباسؓ نے اس کو بھی پسند نہ فرمایا کہ تصاویر کے سر کٹوا دیئے (مسند احمد مع فتح ربانی صؔ ۲۸۶ ج ۱۷)۔

معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں دو چیزیں زیر بحث تھیں ایک ریشمی کپڑا جس کا ابن عباسؓ نے خود علم نہ ہونا بیان فرمایا اور یہی اصل عذر تھا کیونکہ ابن عباسؓ کی بینائی آخر عمر میں نہ رہی تھی اس لئے ریشمی کپڑے کو دیکھا نہیں کسی نے دے دیا، آپ نے استعمال کر لیا اور پھر اسی کے متعلق یہ عذر بھی پیش کیا کہ اس کی ممانعت غرور و تکبر کی وجہ سے کی گئی تھی وہ ہم میں ہے نہیں اس لئے ہمارے واسطے گنجائش ہے۔ یہ ابن عباسؓ کا اپنا خیال تھا مگر دوسری احادیث صحیحہ سے مردوں کے لئے ریشمی کپڑا استعمال کرنے کی حرمت مطلقاً

ثابت ہے اس لئے ترجیح اسی کو ہوگی۔

دوسرا معاملہ تصاویر کا تھا جو ان کی بھٹی اور چولھے کے قریب رکھی تھیں اُن کا پہلا عذر تو یہ بیان کیا کہ ہم نے ان کو آگ سے جلا رکھا ہے لیکن پھر ان دونوں اعذار پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ حضرت مسورؓ بن مخرمہؓ کے جانے کے بعد یہ کپڑا بھی اپنے پاس سے ہٹا دیا اور تصویروں کے سر بھی کٹوا دیئے ان کو بعینہٖ رکھ کر فروخت کرنا بھی گوارا نہ کیا۔

آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اس ناقص روایت سے دیکھنے والے پر کیا تأثر ہوتا ہے اور پورا واقعہ پوری روایت سننے والا اس سے اسی نتیجہ پر پہنچے گا جو جمہور فقہاء امت کا مسلک ہے۔

یہ مختصر سا بیان ان مغالطوں کا ہے جو اس زمانے کے بعض علماء نے مسئلہ تصویر کے جواز کے لئے پیش کئے ہیں۔ احقر ناکارہ نے جو روایات حدیث اور اقوال فقہاء اوپر جمع کر دیئے ہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ان کو دیکھتے ہوئے کوئی مسلمان ان مغالطوں کا شکار نہ ہوگا۔ واللہ ولی التوفیق۔

اس بیان میں مسئلہ تصاویر سے متعلق احادیث و روایات مع تشریحات کے آچکی ہیں اور ان پر پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا جواب بھی ایک حد تک ہوگیا ہے۔ مگر کم فرصت عوام جو صرف مسائل و احکام کے متلاشی ہوں مباحث میں الجھنا پسند نہ کریں ان کے لئے مذکورالصدر پورے رسالہ کا خلاصہ بنام احکام تصاویر علٰحدہ لکھا جاتا ہے۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

احکامِ تصاویر

اس باب میں دو چیزیں ہیں جو مستقل طور پر قابل بحث ہیں۔ ایک تصویر کشی دوسرے استعمال تصویر دونوں کے احکام کسی قدر تفصیل سے لکھے جاتے ہیں۔

تصویر کشی

اس بحث میں سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تصویر کشی صرف اسی کا نام نہیں کہ قلم سے تصویر بنائی جائے یا پتھر وغیرہ کا بُت تراشا جائے بلکہ وہ تمام صورتیں تصویر کشی میں داخل ہیں جن کے ذریعہ تصویریں تیار ہوتی ہیں خواہ وہ آلاتِ قدیمہ کے ذریعہ ہو یا آلاتِ جدیدہ فوٹوگرافی اور طباعت وغیرہ سے کیوں کہ آلات و ذرائع کی تخصیص ظاہر ہے کہ کسی کام میں مقصود نہیں ہوتی احکام کا تعلق اصل مقصد سے ہوتا ہے اس لیے جیسے قلم ذریعہ تصویر کشی ہے ایسے ہی طباعت اور آلات فوٹوگرافی ذریعہ تصویر سازی ہیں بلکہ بلا واسطہ آلہ کے تو کوئی تصویر بھی نہیں بنتی کیا قلم آلہ نہیں ہے! پھر آلات کے احکام مختلف ہونے کے کوئی معنی نہیں اس بیان سے مسائل ذیل مستفاد ہوتے ہیں۔

مسئلہ۔ جیسے قلم سے تصویر کھینچنا ناجائز ہے ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا یہ بھی ناجائز ہے۔

تصویر کشی میں ذی رُوح وغیر ذی رُوح کی تفصیل

غیر ذی روح سے مراد اس جگہ وہ چیزیں ہیں جن کو عرفاً بے جان کہا جاتا ہے کہ اگرچہ درحقیقت (موالید ثلاثہ) حیوانات و نباتات وجمادات سب میں روح اور ادراک موجود ہے اور عقلاً اور نقلاً یہی صحیح ہے لیکن درجہ اور مقدار کا تفاوت مشاہد اور ناقابل انکار ہے۔ اسی تفاوت کی وجہ سے بعض چیزوں کا احساس وادراک اور روح اس قدر

مخفی ہوگئی کہ عام نظریں اس کو محسوس نہیں کرسکتیں اور اسی بناء پر کائنات عالم کی یہ تقسیم سمجھی جاتی ہے کہ بعض جان دار ہیں اور بعض بے جان۔

شریعتِ غرا کے احکام میں بھی اس تفاوتِ درجات و مراتب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کائنات ذی رُوح و ذی ادراک میں سے احکام شرائع کا مکلف صرف انسان اور جنات کو بنایا گیا جن میں یہ ادراک و روح سب سے زیادہ کامل ہے۔ دوسری مخلوقات بھی اگرچہ بشہادت تجارب و مشاہدات عقل سے خالی نہیں لیکن ان کی عقل اس درجہ کی کامل نہیں ہے کہ جس پر تکلیف شرائع کی بنیاد رکھی جاسکے اسی طرح اگرچہ فی نفسہٖ روح سے کوئی جسم خالی نہیں مگر نباتات اور جمادات میں وُہ اس قدر کم اور مخفی ہے کہ اس کو غیر ذی رُوح سے تعبیر کرنا غلط نہیں یہاں تک کہ بعض احکام شرعیہ بھی اس فرق کی وجہ سے متفاوت ہوگئے۔ مثلاً مسئلہ زیر بحث میں صرف حیوانات کو ذی روح قرار دے کر ان کی تصاویر کو ناجائز کر دیا گیا اور نباتات و جمادات کو غیر ذی روح کے حکم میں رکھ کر ان کی تصویر بنانے کو جائز رکھا گیا اور یہ تفصیل خود حدیث صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہے جیساکہ حدیث ۱۲ میں جبرئیل علیہ السلام کا واقعہ نیز حدیث میں حضرت ابن عباس رضؓ کا فتویٰ مفصل مذکور ہوچکا ہے۔ آئمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا بھی اس پر اتفاق ہے (صرح بہ فی صلوٰۃ رد المحتار و البحر و الفتح و الھندیہ وغیرہا)۔

صرف حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں یہ مذہب ہے کہ پھل دار درخت کی تصویر کو بھی ناجائز فرماتے ہیں مگر جمہور کے نزدیک یہ صحیح نہیں لما فی صلوٰۃ البحر کرہ مجاھد تصویر الشجرۃ المثمرۃ خلافا للجمھور (بحر ص۳۱ ج ۲)

مسئلہ۔ وہ چیزیں جو غیر ذی روح نباتات یا جمادات میں سے ہیں لیکن ان کی عبادت کی جاتی ہے جیسے شمس و قمر اور ہندوستان میں پیپل کا درخت اور دریائے گنگا وغیرہ۔ ان کی تصویر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ علامہ شامی رد المحتار میں اس کو جائز قرار دیتے ہیں اور شیخ ملا علی قاریؒ شرح مشکوٰۃ میں

باقتضائے قواعد اس کو بھی ناجائز فرماتے ہیں عبارت شامی کی یہ ہے:۔

او بغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد (در مختار) فان قیل عُبِد الشمس والقمر والکواکب والشجرۃ الخضراء قلنا عبد عینہ لا تمثالہ فعلی ہذا ینبغی ان یکرہ استقبال عین ہذہ الاشیاء معراج۔ ای لانہا عین ما عبد بخلاف مالو صوّرہا واستقبل صورتہا (شامی مکروہات صلوۃ ج ۱ ص ۶۰۷)

علی کیا لسقفا د من قولہ ینبغی ۱۲ مرتبذی

اور عبارت مرقات شرح مشکوٰۃ کی یہ ہے:۔

واما ما عبد من دون اللہ ولو کان من الجمادات کالشمس والقمر فینبغی ان یحرم تصویرہ (مرقات ص ۴۸۶ ج ۴)۔

لیکن از روئے قواعد علامہ شامیؒ کا فیصلہ زیادہ واضح اور مختار للفتوی ہے اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جن چیزوں کی خود تصاویر پوجی جاتی ہیں ان کی تصویر بنانا جائز نہیں اگرچہ غیر ذی رُوح میں سے ہوں لیکن جن کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی اگرچہ خود ان چیزوں کی پرستش ہوتی ہے تو ان کی تصویر جائز ہے۔ مثلاً چاند سورج یا پیپل اور گنگا کی پرستش کی جاتی ہے مگر ان کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی تو ان چیزوں کی تصویر بنانا جائز رہے گا اور صلیب کی تصویر بھی پوجی جاتی ہے اس لئے اس کی تصویر بنانا اور پاس رکھنا جائز نہیں اگرچہ وہ بھی غیر ذی رُوح کی تصویر ہے لما فی ردالمحتار والظاہر انہ یلحق بہ الصلیب وان لم یکن تمثال ذی روح لان فیہ تشبہا بالنصاری ویکرہ التشبہ بہم فی الزی وان لم یقصدہ (شامی استنبول ص ۶۰۷ ج ۱) اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو باب دوم میں حضرت صدیقہ عائشہؓ سے روایت کی گئی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی
کان لا یترک فی بیتہ شیئا فیہ صلیب	ایسی چیز نہ چھوڑتے تھے جس میں صلیب کی
(بخاری ابوداؤد والنسائی کتاب اللباس)	تصویر ہو۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اسی قسم کی چیزوں کے متعلق فرمایا ہے فان کل

ماعظم بالباطل من مکان اوزمان اوحجر اوشجر اوبنیة یجب قصد اهانته کماتهان الاوثان المعبودة (فتاوی ابن تیمیہ صہ۴ ج۲)

تصویر کشی میں قصداً اور تبعاً کا فرق

بیان مذکور سے ثابت ہوا کہ ذی رُوح کی تصویر بنانا مطلقاً ناجائز ہے خواہ قلم سے ہو یا آلات فوٹو و پریس وغیرہ سے۔ لیکن ان آلات جدیدہ کے بارہ میں اس جگہ ایک نیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ذی رُوح کی تصویر بنانا کبھی تو بالقصد و الاختیار ہوتا ہے اور کبھی بلا قصد یا تبعاً بھی ان آلات میں ذی روح کی تصویر آجاتی ہے۔ مثلاً کسی مکان یا باغ یا بازار یا محاذ جنگ وغیرہ کا فوٹو لینا ہے اور وہاں پر کثرت آمد و رفت کی بنا پر تمام انسانوں اور جانوروں کو علٰحدہ کرنا اختیار میں نہیں ہوتا تو مکان یا بازار کی تصویر کے ذیل میں تبعاً کچھ انسانوں اور جانوروں کی تصویر بھی آجاتی ہے یا کسی نے احتیاط بھی کی اور سب کو علٰحدہ بھی کر دیا یا ایسے وقت فوٹو لیا جب کہ کوئی ذی رُوح سامنے نہ تھا لیکن عین فوٹو لیتے وقت کوئی انسان یا جانور سامنے آگیا تو ان صورتوں میں ذی رُوح کی تصویر بلا قصد و ارادہ تبعاً چھپ جاتی ہے تو کیا یہ بھی ناجائز ہوگا یا اس میں شرعاً کوئی سہولت کی جاوے گی۔

کتب حنفیہ میں باوجود پوری تلاش و تفتیش کے خاص اس بارہ میں کوئی جزئیہ نہیں ملا لیکن قواعد کلیہ سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ (کما یستناد من القاعدة الثامنة من الاشباه والنظائر من قوله الامور بمقاصدها وعدّ لها نظائر عدیدة من الجزئیات الفقهیة) اور سیدی حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جواز بایں معنی ہے کہ تصویر کشی کا گناہ نہ ہوگا لیکن بعموم حدیث ولاتمثالا الاطمسته اس کا ابقاء جائز نہ ہوگا۔

بچوں کے کھلونے اور گڑیاں بنانے کا حکم

اس میں اختلاف ہے بعض حضرات نے عام تصاویر کی طرح ان کو بھی مطلقاً ممنوع

قرار دیا ہے اور بعض نے یہ تفصیل کی ہے کہ چھوٹی لڑکیوں کے لئے اس شرط پر جائز ہے کہ مکمل تصویر نہ ہو اور بڑی لڑکیوں کے لئے مطلقاً ناجائز ہے اور اسی طرح جس میں تصویر کامل ہو وہ بھی مطلقاً ناجائز ہے (کما صرح فی بلوغ القصد والمرام بکونہما روایتین فی مذہب مالکؒ وکون الثانی معتمدا عند المالکیۃ وفیہ عن الزرقانی فیجوز عملہا (یعنی اللعب) وبیعہا لان فی ذٰلک تدریب طباع النساء من صغرھن علی تربیۃ الاولاد۔

ناقص تصویر بنانے کا حکم

کُتُب حنفیہ میں غیر مکمل اور ناقص تصویر کے استعمال کرنے اور گھر میں رکھنے کے متعلق تو احکام مُفصّل مذکور ہیں لیکن اس کے بنانے اور کھینچنے کے متعلق کوئی صریح حکم نہیں ملتا البتہ روایات حدیث کی تصریحات اور عام کُتُب حنفیہ کی عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وُہ ناقص تصویر جس میں سر نہ ہو تصویر کے حکم میں نہیں رہتی بلکہ نقوش اور بیل بوٹوں کے حکم میں ہو جاتی ہے اور اسی بنا پر اس کے استعمال کی اجازت سب کتب مذہب میں عام طور سے مُصَرّح ہے۔ اس سے ظاہر یہی ہے کہ اس تصویر کے بنانے کا بھی وہی حکم ہوگا جو بیل بوٹے اور عام نباتات کی تصویر بنانے کا ہے یعنی جیسے وہ جائز ہیں یہ بھی جائز ہوں گی (و ہٰذہ بعض نصوص الحدیث)۔

حضرت جبریل علیہ السّلام کی حدیث جو بروایت حضرت ابوہریرہؓ ۱۲، ۱۳ پر بحوالہ ابوداؤد و نسائی و ترمذی گذر چکی ہے اس کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

ومُر برأس التماثیل الذی فی البیت یقطع فیصیر کہیئۃ الشجرۃ	اور حکم فرما دیجئے کہ تصاویر جو گھر میں ہیں ان کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ درخت کی صورت میں ہو جائیں گی۔

اور فقہ حنفی کی نہایت معتمد اور مشہور کتاب بدائع میں ہے فان کانت مقطوعۃ الرؤس فلا باس بالصلوٰۃ فیہا لانہا بالقطع خرجت من ان تکون تماثیل والتحقت بالنقوش والدلیل علیہ ما روی من محو وجہ الطیر الذی کان فی ترسہ علیہ السّلام (بدائع مکروہات الصلوٰۃ ص۱۱۶ ج۱)

اور بحر الرائق کی اسی بحث میں ہے او مقطوع الراس ای سواء کانت من الاصل او کان لہا راس فمحی (بحر ص۳۰ ج۲)۔

سر کٹی ہوئی تصویر کا بنانا

عبارات مرقومہ میں اگرچہ اس کی تصریح نہیں کہ سر کٹی ہوئی تصویروں کا بنانا بھی جائز ہے لیکن جس علت کی بنا پر ان کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے اور وہ علت خود حدیث میں منصوص ہے اس کا اقتضاء یہ ہے کہ ایسی تصویر کا بنانا بھی جائز ہو اور مذہب مالکیہ میں اس کی تصریح ہے کہ ایسی ناقص تصویریں اور ان کے وہ اعضاء جو ذی روح کے لئے مدار حیات نہ ہوں۔ مثلاً ہاتھ، پیر یا آنکھ، ناک وغیرہ ان کی تصویر بنانا بھی جائز ہے جیسا کہ شیخ الاسلام جعفر کتانی مالکیؒ نے اپنے رسالہ بلوغ القصد و المرام ببیان بعض ما تنفر عنہ الملائکۃ الکرام میں ایک طویل تحقیق کے ذیل میں لکھا ہے فان قیل قد ذکرت لنا ما یمنع دخول الملائکۃ من الصور ولم تذکر حکم اتخاذہا والاقدام علی استعمالہا (الی قولہ) منقول (الی ان قال) و لو فقد القید الثانی بان کانت غیر کاملۃ الاعضاء الظاہرۃ التی لا یعیش الحیوان بدونہا کما[عـ] لو کانت مقطوعۃ الراس او النصف جازت لذہاب الصورۃ المعتبرۃ شرعًا و زوال ہیئتہا الممنوعۃ و فی حاشیۃ الشیخ احمد الزرقانی علی المختصر عند قولہ فی الولیمۃ و صور علی الجدار بعد ان نقل ما یاتی عن صاحب التوضیح من التفصیل فی الصور ما نصہ الشیخ ابو الحسن وہذا فی الصور الکاملۃ و انظر ہل بعض الصورۃ کالید و الرجل کالصورۃ ام لا۔ انظر النص علی اباحۃ اتخاذ بعض الصورۃ اذا کان ذلک البعض کید او رجل ونحوہما مما لا تستقر فیہ الحیوۃ وہو ظاہر (بلوغ القصد ص۲۳)

اور ایسے مسائل میں جن کا حکم اپنے مذہب میں منصوص نہ ہو دوسرے ائمہ مجتہدین

عـ اس مثال سے بظاہر اشارہ اسی طرف پایا جاتا ہے کہ نصف اعلیٰ یا چہرہ اور سر کی تنہا تصویر بنانا ان کے نزدیک بھی جائز نہیں۔

کے مذہب پر عمل کر لینا جائز ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے مختلف مواضع میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ بالخصوص مذہب مالکیہ تو مذہب حنفی کی ساتھ بہت زیادہ ملتا جلتا اور متناسب ہے۔

خلاصہ یہ کہ وہ ناقص تصویر جس میں سر نہ ہو اس کا بنانا جائز ہے خواہ ہاتھ پاؤں یا تنہا آنکھ ناک وغیرہ اعضا کی تصویر ہو یا علاوہ سر کے اور باقی سب بدن کی تصویر ہو۔

صرف چہرہ کی یا نصف اعلیٰ کی تصویر

جیسا کہ پاسپورٹ وغیرہ کے فوٹو میں استعمال کی جاتی ہے جس کو انگریزی میں ہاف ٹون یا بسٹ کہتے ہیں اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ اس کا بنانا اور استعمال کرنا سب ناجائز ہیں بجز ان خاص صورتوں کے جن کا استثناء احادیث مذکورہ میں آچکا ہے اور آئندہ اس کی تفصیل آنے والی ہے دلائل اس کے حسب ذیل ہیں۔

معانی الآثار طحاوی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔

الصورۃ الراس فکل شئ لیس لہ رأس فلیس بصورۃ — تصویر سر کا نام ہے جس چیز میں سر موجود نہ ہو وہ تصویر نہیں۔

(معانی الآثار ص ٣٦٦ ج ٢)

اور شیخ علی متقی ہندی کی مشہور کتاب کنز العمال میں معجم اسماعیلی کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کے یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔

الصورۃ الراس فاذا قطع الراس فلا صورۃ (کنز ص ٣) — تصویر سر کا نام، جب سر قطع کر دیا گیا تو تصویر نہیں رہتی۔

اور علامہ زبیدی نے احیاء العلوم کی شرح میں سند کے ساتھ حضرت عکرمہؓ کا بھی

ـہ کما فی رد المحتار من باب الوجعۃ فصل التحلیل ذکر الفقیہ ابو اللیث فی تاسیس النظائر اذا لم یوجد فی مذھب الامام قول فی المسئلۃ یرجع الی مذھب مالک لانہ اقرب المذاھب الیہ (شامی ص ٥٨٣ ج ٢)

یہی قول ہے:

حدثنا احمد بن الحجاج قال قلت لابی عبد اللہ الیس الصورة اذا ید او رجل فقال عکرمة کل شئ لہ راس فھو صورة (اتحاف السادة ص۵۹ ج ۷)	احمد بن حجاج کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے کہا کہ کیا وہ تصویر نہیں جس میں ہاتھ اور پیر ہوں انھوں نے کہا حضرت عکرمہ نے فرمایا ہے کہ جس تصویر میں سر موجود ہو وہ تصویر ہے۔

امام حدیث و فقہ خطابیؒ نے فرمایا: کہ

المراد من الصورة التی فیھا الروح مالم یقطع رأسہ او یمتھن (عمدة القاری ص۳۰ ج ۱۰)	مراد تصویر ممنوع سے ان چیزوں کی تصویر ہے جن میں رُوح ہو جب کہ اس سر نہ کاٹ دیا گیا ہو یا پامال و ذلیل کر کے استعمال نہ کیا گیا ہو۔

اور بدائع الصنائع میں ہے۔

وان لم تکن مقطوعة الرؤس فتکرہ الصلوة فیہ (بدائع ص۱۱۵ ج ۱)	اگر مقطوع الراس نہ ہو تو نماز اس میں مکروہ ہوگی۔

اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا کہ

ونقل الرافعی عن الجمھور ان الصورة اذا قطع رأسھا ارتفع المانع (فتح ص۳۲۶ ج ۱۰)	رافعی نے جمہور سے نقل کیا ہے کہ تصویر کا جب سر کاٹ دیا جاتا ہے تو مانع رفع ہو جاتا ہے یعنی ممانعت نہیں رہتی۔

اور خود جبریل امین کی حدیث مذکور ۱۲ میں مرفوعاً یہی مذکور ہے کہ استعمال تصویر کی اجازت بغیر سر قطع کئے ہوئے نہیں۔ یا پھر اس کو کسی پامال فرش وغیرہ میں استعمال کیا جائے۔

اور مذکور الصدر احادیث میں حدیث ۱۳ میں ابن جوزی جیسے ناقد محدث کے حوالہ سے یہ روایت آچکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ڈھال تھی جس میں دُنبہ کے سر کی تصویر بنی ہوئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے

ناگواری تھی اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ ظاہر فرمایا کہ وہ تصویر خود بخود مٹ گئی۔

مذکور الصدر تمام روایات مرفوعہ اور آثار صحابہ سے ثابت ہوا کہ صرف چہرہ یا سر کی تصویر یا ایسی ناقص تصویر جس میں سر موجود ہو، بنانا بھی حرام ہے اور اس کا استعمال بھی ناجائز ہے بجز ان خاص صورتوں کے جن کی اجازت بطور استثناء آگے آنے والی ہے۔ جیسے پاسپورٹ کی تصویر وغیرہ۔

بعض فتاوی میں بحوالہ حاشیہ رملی جلد ثالث یہ الفاظ مذکور ہیں۔

ویحرم علیه ان یصور وجه انسان بلا بدن	حرام ہے کہ کسی انسان کے صرف چہرہ کی تصویر بغیر باقی بدن کے بنائے۔

اور فتح الباری میں جو ایک جگہ یہ فرمایا ہے۔

وفی هذا الحدیث ترجیح قول من ذهب الی ان الصورة التی تمنع الملائکة التی تکون باقیة علی هیئتها مرتفعة غیر ممتهنة اما لو کانت ممتهنة او غیر ممتهنة لکنها قد غُیِّرت عن هیئتها اما بقطعها من نصفها او بقطع راسها فلا امتناع (فتح الباری ص ۳۲۹ ج ۱۰)	اس حدیث میں ان فقہاء کے قول کی ترجیح ...... معلوم ہوتی ہے جنھوں نے فرمایا کہ وہ تصویر جو دخول ملائکہ سے مانع ہے وہ ایسی تصویر ہے جو اپنی ہیئت وصورت پہ باقی اور تعظیم کے ساتھ رکھی ہوئی ہو لیکن اگر وہ پامال اور ذلیل ہو یا پامال نہ ہو تو اس کی ہیئت بدل دی گئی ہو خواہ اس کا سر کاٹ کر یا اس کا نصف دھڑ کاٹ کر

اس میں نصف سے قطع کرنے کی مراد نصف اعلیٰ کا قطع کرنا ہے جیسا کہ اس سے پہلے قطع راس کا بالتخصیص ذکر کرنا اس کا قرینہ ہے اور یہ قرینہ اس کا مقتضی بھی ہے کہ نصف سے مراد نصف اعلیٰ قرار دیا جائے۔

دورِ حاضر کے بعض علماء نے اس عبارت سے نصف دھڑ کی تصویر بنانے کے جواز پر جو استدلال کیا ہے وہ سراسر غلط ہے۔ واللہ اعلم۔

پاسپورٹ کی ضرورت کے لئے فوٹو کھنچوانا

بعض ممالک بعیدہ کے سفر کے لئے عام حکومتوں کی طرف سے مسافر کو مجبور کیا جاتا ہے کہ پاسپورٹ حاصل کرے اور اپنا فوٹو کھچوائے اگر یہ سفر کسی ضرورت شرعی کے لئے یا معاش کی شدید ضرورت کے لئے ہو تو بوجہ اضطرار کے فوٹو کھچوانا جائز ہے لما فی شرح السیر الکبیر وان تحققت الحاجۃ الی استعمال السلاح الذی فیہ تمثال فلاباس باستعمالہ لان موضع الضرورۃ مستثناۃ من الحرمۃ کما فی تناول المیتۃ اگر غور سے دیکھا جائے تو جن چیزوں کو شریعت نے حرام کیا ہے اون میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس کے لئے انسان اپنی معاشی زندگی میں حقیقی طور پر مجبور و مضطر ہو محض سہولت دیکھ کر فوٹو کی تجویز حکومتوں نے کرلی ہے ورنہ جب دنیا میں فوٹو ایجاد نہ ہوا تھا اُس وقت کیا دنیا کے کاروبار نہ چلتے تھے رہا دھوکہ فریب تو غور کرنے سے ثابت ہوگا کہ وہ اس فوٹو کے زمانہ میں جتنا زیادہ ہوگیا ہے سادگی کے زمانے میں اوس کا کوئی بڑا حصہ نہیں تھا خصوصاً عورتوں کے فوٹو دینے کو مسلمانوں نے اپنی دینی غیرت کا مسئلہ سمجھا اور انگریز کی لادینی حکومت کو بھی عام مسلمانوں کے احتجاج پر عورتوں کے پاسپورٹ فوٹو سے مستثنیٰ کردیئے گئے۔

مگر جب سے زمام کار خود مغرب زدہ مسلمانوں کے ہاتھ میں آئی ہے وہ ہر چیز ہر کام میں فوٹو کی پابندیاں بڑھاتی جارہی ہے۔ حال میں معلوم ہوا ہے کہ موجودہ حکومت نے ہر شہری پر ایک شناختی کارڈ رکھنے کی پابندی لگادی ہے جس میں اُوس کو اپنا فوٹو بھی رکھنا ہوگا۔ اس سے نہ عورتیں مستثنیٰ ہیں نہ کوئی عالم یا پیر فقیر۔ وجہ یہ ہے کہ خود اہل دین میں دینی اقتدار کی اہمیت نہ رہی تو رائے عامہ کی مخالفت کا خطرہ نہ رہا اور آج کل ارباب اقتدار کا مدار رائے عامہ ہی ہے اسی کی طرف جھکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ تصویر کھینچنا کھنچوانا مطلقاً حرام ہے بغیر اضطرار و مجبوری کے جائز نہیں جہاں اضطرار ہو اوس کے ازالہ کی کوشش بھی ضروری ہے کوشش ناکام ہو

جائے تب اضطرار سمجھا جائے گا۔

تنبیہ

خلاصہ کلام دربارہ تصویرکشی یہ ہے کہ چہرہ کے سوا باقی اعضاء بدن ہاتھ۔ پیر آنکھ۔ ناک وغیرہ کی تصویر بنانا جائز ہے اور محض سر کی یا نصف اعلیٰ کی تصویر بنانا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔

البتہ پاسپورٹ وغیرہ کی شدید ضرورت کے لئے اس کے کھچوانے کی گنجائش ہے۔ اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ باوجود تصویر کے اس قدر عموم وشیوع کے کہ آج کل وہ معیشت کا رکن بن گئی ہے لیکن دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے بھی کوئی انسانی ضرورت جو واقع میں ضرورت ہو اس کی وجہ سے بند نہیں ہوتی۔

استعمال تصاویر

وہ تصویریں جن کا استعمال شرعاً جائز ہے

گذر چکا ہے کہ بجز ناقص اعضائے تصویر کے اور کسی قسم کی تصویر کھینچنا جائز نہیں خواہ چھوٹی ہو یا بڑی محل اعزاز میں ہو یا ذلت کی جگہ۔ لیکن تصویر کے گھر میں رکھنے اور استعمال کرنے میں کسی قدر تفصیل ہے یہ بات تو اوپر چند مرتبہ معلوم ہو چکی ہے کہ غیر ذی روح جیسے درخت مکان وغیرہ ان کی تصویر بنانا اور اس کا استعمال کرنا مطلقاً جائز ہے اور ذی روح کی تصویر کو استعمال کرنے میں تفصیل ہے اوس کی چند قسموں کا استعمال شریعت مطہرہ نے جائز رکھا ہے جن کی تفصیل یہ ہے

بہت چھوٹی تصویریں

جو تصویریں اس قدر چھوٹی ہوں کہ اگر وہ زمین پر رکھی ہوں اور کوئی متوسط بینائی والا آدمی کھڑا ہو کر دیکھے تو تصویر کے اعضاء کی تفصیل دکھائی نہ دے ایسی تصویر کا گھر میں رکھنا

اور استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے جیسا کہ حدیث ۲۵، ۲۶ میں گذر چکا ہے کہ بعض صحابہ کے بٹنوں پر اور بعض کی انگشتری پر تصویر تھی۔ چھوٹی تصویر کی تعریف میں جو قول ہم نے نقل کیا ہے یہ زیادہ جامع ہے اور تعیین و تحدید اس طرح سہل ہو جاتی ہے ورنہ اس کے علاوہ چھوٹی کی تحدید میں اور بھی اقوال ہیں۔

لما فی الدر المختار او کانت صغیرۃ لا تتبین تفاصیل اعضائها للناظر قائما وهی علی الارض ذکرہ الحلبی۔ قال الشامی هذا اضبط لما فی القهستانی (الی قولہ) ثم قال لکن فی الخزانۃ ان کانت الصورۃ مقدار طیر یکرہ وان کان اصغر فلا یکرہ (شامی مکروهات الصلوۃ ص ۶۰۷ ج ۱) ومثلہ فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر و فی شرح المنیۃ فی هذا الباب وکذا لو کان علی خاتمہ (ای لا باس بہ)

پامال و ممتہن تصویریں

جو تصاویر کسی ایسی چیز یا ایسی جگہ میں بنی ہوئی ہوں کہ وہ عادۃً پامال اور ذلیل و حقیر سمجھی جاتی ہیں مثلاً پامال فرش یا بستر میں یا بیٹھنے کے گدے تکئے و کرسی وغیرہ میں یا جوتہ کے تلے میں یا برتنوں کے نیچے تلی میں ہو تو ان کا گھر میں رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے جیسا کہ باب اوّل میں احادیث رخصت کے ذیل میں متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مُصَوَّر پردہ کو پھاڑ کر بیٹھنے کے لئے گدّا بنا لیا تھا اور اوس پر تشریف فرما ہوتے تھے حالانکہ اوس میں تصویر موجود تھی (از فتح القدیر بحوالہ مسند احمد) ومثلہ فی خلاصۃ الفتاوی حیث قال ثم التمثال اذا کان علی وسادۃ لا باس باستعمالها وان کان یکرہ اتخاذها۔ لکن لا یسجد علی الصورۃ (خلاصہ ص ۵۸ ج ۱) ومثلہ فی رد المحتار عن البحر (شامی ص ۶۰۶ ج ۱)

مسئلہ ۔ لیکن جو فرش محل اہانت میں نہ ہو مثلاً مصلّٰی وغیرہ تو اوس میں تصویر رکھنا جائز نہیں لما فی الهدایہ وفی المصلی المطلق الکراهۃ فی المبسوط لان المصلی معظم۔

مسئلہ ۔ اسی طرح اگر مُصَوَّر تکئے بڑے بڑے ہوں جن پر بنی ہوئی تصویر کھڑی نظر

آئے تواون کا استعمال بھی ناجائز ہے لما فی البدائع ص ۱۱۶ ج ۱ من مکروھات الصلوٰۃ وان کان الصورۃ علی البسط والوسائد الصغار وھی تداس بالارجل لا تکرہ لما فیہ من اھانتہا ومثلہ فی الشامیۃ ص۶۰۶ ج۱ مطبوعہ استنبول ۔

مسئلہ ۔ برتنوں میں جو تصویریں تلے کے سوا کسی جگہ ہوں وہ پامال وممتہن کے حکم میں نہیں اس لئے اگر وہ بڑی تصویریں ہوں تو ان برتنوں کا استعمال بھی جائز نہیں لما فی بلوغ القصد والمرام الصور فی الاوانی لیست بممتہنۃ (ص ۱۸۱ ج۱)

بچّوں کی گڑیاں

بچّوں کی گڑیاں اور چھوٹے کھلونے اگر مصوّر ہوں تو اون کی خرید وفروخت اور بچّوں کا کھیلنا اون سے جائز ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ کے واقعہ مذکورہ حدیث ۲۴ سے ثابت ہو چکا ہے اس میں فقہاء کے اختلاف کی تفصیل اوپر آچکی ہے حنفیہ کی روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے بچّوں کے لئے اس کی اجازت دی گئی ہے عام نہیں اور اکثر حضرات کے نزدیک ان کا بھی عدم جواز ہی راجح ہے ۔ فی متفرقات البیوع من الدر المختار فی اٰخر حظر المجتبیٰ عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبۃ وان یلعب بہا الصبیان انتہیٰ قال الشامی ونسبتہ الی ابی یوسف لا تدل علی ان الامام یخالفہ لاحتمال ان لا یکون فی المسئلۃ قول رشامی استنبولی ص ۲۹۷ ج ۴ ومثلہ فی مکروھات الصلوٰۃ ص ۶۰۸ ج ۱ ۔

مسئلہ ۔ مٹی کی تصویریں یا ایسی مورتیں جو باقی رہنے والی نہیں اسی طرح مٹھائی یا دوسری کھانے کی چیزیں اگر بشکلِ تصویر بنائی گئی ہوں تو ان کا استعمال اور خرید وفروخت بھی بچّوں کے عام کھلونے اور گڑیوں کی طرح جائز ہوگا یا نہیں ۔ کتب حنفیہ میں اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں اور بلوغ القصد والمرام میں فتح الباری سے اس بارہ میں اختلاف اقوال نقل کرنے کے بعد عدم جواز کی ترجیح نقل کی ہے اس لئے یہ سب تصویریں ناجائز الاستعمال ہیں (بلوغ القصد ص ۱۹)

مسئلہ۔ اور عہود محمدیہ میں ہے کہ بچوں کو اس کی اجازت نہ دینی چاہئے کہ وُہ کھانے کی چیزیں بشکل تصویر بنائیں یا مختلف رنگ کے مصور نقشے خریدیں بلکہ جس کو حق تعالیٰ وسعت عطا فرمائیں اوس کے لئے مناسب ہے کہ مٹھائی وغیرہ کے جو کھلونے بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں اون کو خرید کر توڑ دے اور لوگوں کو کھلا دے۔ (از بلوغ القصد و المرام ص ۲۲)۔

سر کٹی ہوئی ناقص تصویریں

ناقص تصویریں جن میں چہرہ نہ ہو خواہ باقی بدن تمام موجود ہو اوس کا استعمال اور گھر میں رکھنا بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حدیث مذکورہ سے ثابت ہو چکا ہے لما فی الخلاصہ ص۵۸ ج۱ وکذا لومحی وجہ الصورۃ فہو کقطع الراس بخلاف ما اذا قطع یداھا اور جلاھا اھ ومثلہ فی شرح المنیہ الکبیر ص ۳۴۷ و اوضح منہ فی مکروھات الصلوۃ من البدائع ص ۱۱۶ ج ۱ قد مرت عبارتہ ومثلہ فی البحر ص ۳۰ ج ۲ والھندیہ ص ۱۰۰ ج ۱

لیکن اگر ناقص تصویر میں چہرہ موجود ہو خواہ باقی بدن نہ ہو تو ایسی تصویر کا استعمال اکثر فقہاء کے نزدیک جائز نہیں مگر بعض حضرات حنفیہ اور اکثر مالکیہ اس کے استعمال کو بھی جائز فرماتے ہیں کما فی مکروھات الصلوۃ من رد المحتار قال القہستانی فیہ اشعار بانہ لا تکرہ صورۃ الراس فیہ خلاف کما فی اتخاذھا کذا فی المحیط (شامی ص۶۰۲ ج ۱) وفی العالمگیریۃ من الباب الرابع من الکراھیۃ اختلف المشائخ فی راس الصورۃ بلا جثۃ ھل یکرہ اتخاذہ والصلاۃ عندہ انتھی۔

نصف اعلیٰ کی تصویر جو عام طور پر مروج ہے اس کا استعمال حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ یہ دراصل ناقص تصویر میں داخل نہیں بلکہ مستور البعض ہے (و قد مرمنا ما فیہ عن المالکیۃ۔

وہ تصویریں جو کسی چیز میں پوشیدہ ہوں

تصویریں اگر کسی غلاف یا تھیلی وغیرہ میں پوشیدہ ہوں یا کسی ڈبہ وغیرہ میں بند ہوں تو اس تھیلی یا ڈبہ وغیرہ کا گھر میں رکھنا جائز ہے اور ملائکہ رحمت کے دخول سے مانع نہیں اگرچہ بنانا اور خریدنا ان کا بھی ناجائز ہے لما فی مکروهات الصلوة من رد المحتار عن البحر اذا كان فوق الثوب الذی فیه صورة ثوب ساتر له فلا تكره الصلوة فيه لاستتارها بالثوب (شامی ص۶۰۰ ج۱) وفيه ايضًا وفی المعراج امامة من فی يده تصاوير لانها مستورة بالثياب لا تستبين فصارت كصورة نقش خاتم اھ

یعنی جس شخص کے بدن پر کوئی تصویر گدی ہوئی ہو مگر کپڑوں میں مستور ہو تو اوس کی امامت جائز ہے۔

عبارت مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن تصاویر کے استعمال کو جائز لکھا گیا ہے اَولیٰ اور افضل یہی ہے کہ اون سے بھی تا بمقدور اجتناب کیا جائے۔

مسئلہ۔ عبارات مرقومہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر تصویریں کسی کتاب یا رسالہ یا اخبار کے اوراق میں مستور ہوں تو اون کا گھر میں رکھنا بھی جائز ہے[۱] رہا یہ امر کہ ایسی کتاب اور رسالہ کا دیکھنا بھی جائز ہے یا نہیں اس کا حکم آگے آتا ہے۔

تصویر سازی اور فوٹو گرافی کی اُجرت

جاندار کی تصویر بنانے اور فوٹو لینے کی اُجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز ہیں لقولهم لو استاجر مصورا فلا اجر له لكون عمله معصية كذا عن محمد رح اھ وفی اجارة العالمگیریة اُجرة التصوير تجب اذا كان الاصباغ من المصور و الا لا (عالمگیری کشوری ص۱۱۳۶ ج۲)

مسئلہ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس پریس میں جاندار چیزوں کی تصاویر چھپتی ہوں اوس کی ملازمت بھی طباعت کے کام میں جائز نہیں البتہ صاحب عیال اور حاجت مند

---

[۱] کیونکہ حسب تصریح عبارت معراج پوشیدہ تصاویر بھی چھوٹی تصاویر کے حکم میں ہیں ۱۲ منہ

آدمی کے لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے جائز ملازمت کی تلاش کرے جب مل جائے اوس وقت اس ملازمت کو ترک کرے۔

مسئلہ۔ اگر کسی نے تصویر بنوالی تو شرعاً اُس کی اُجرت دینا اوس کے ذمہ واجب نہیں ہاں رنگ وغیرہ جو مصور نے خرچ کیا اس کی قیمت دی جائے گی

مسئلہ۔ جن تصاویر کے بنانے کی اجازت اوپر عنوان تصویر کشی کے ذیل میں بیان کی گئی ہے مثلاً سر کٹی ہوئی ناقص تصویریں یا بچوں کی ناقص گڑیاں وغیرہ اُن کے بنانے کی اُجرت لینا اور دینا سب جائز ہیں۔

تصاویر کی تجارت

بیع و شرا میں اگر تصاویر خود مقصود نہ ہوں بلکہ دوسری چیزوں کے تابع ہو کر آجائیں جیسے اکثر کپڑوں میں مورتیں لگی ہوتی ہیں یا برتنوں اور دوسری مصنوعات جدیدہ میں اس کا رواج عام ہے تو اس کی خرید و فروخت تبعاً جائز ہے کما یستفاد من بلوغ القصد والمرام معزیا للهیثمی (بلوغ ص ۱۸) ولما ھو من القواعد المسلمة من فقه الاحناف ان کثیرا من الافعال لایجوز قصدا ویجوز تبعا کما صرحوا فی جواز بیع الحقوق تبعا للدار لا اصالة وقصدا۔

لیکن جب کہ خود تصاویر ہی کی بیع و شرا مقصود ہو تو خریدنا اور فروخت کرنا دونوں ناجائز ہیں اور اگر تصویر مٹی کی بنی ہوئی ہو تو شرعاً اُس کی کچھ قیمت کسی کے ذمہ واجب نہیں ہوتی البتہ اگر کسی دھات یا لکڑی وغیرہ کی ہو تو اتنی قیمت واجب ہوتی ہے جس قدر اس لکڑی یا دھات کی قیمت تصویر سے قطع نظر کر کے ہوسکتی ہے۔

البتہ بچوں کے کھلونے اگر مُصَوَّر ہوں تو اون کی بیع و شرا (حسب تصریح امام ابو یوسفؒ) کے جائز ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے لیکن امام مالکؒ سے منقول ہے کہ بچوں کے کھلونے اور ناقص تصاویر فروخت کرنے ہی کو پیشہ بنا لینا بھی مکروہ ہے (ھذا ھو التطبیق بین قول مالک رح و قول الجمھور) (کذا فی البلوغ ص ۱۲) لما فی البلوغ عن نوالنووی ابن

رشدیہ ما نصہ لا یحل عمل شیٔ من ھذہ الصور ولا یجوز بیعھا ولا التجارۃ بھا والواجب ان یمنعوا من ذلک (بلوغ ص۱۰) وفیہ قبل ذلک فی توجیہ قول مالکؒ وھذا محمول علی الاکتساب بھا وتنزیہ ذوی المروات عن تولی بیع ذلک (بلوغ ص۱۲) ولما فی متفرقات البیوع من الدر المختار ص۲۹۷ ج ۴ ما نصہ اشتری ثورا او فرسًا من خزف لاجل استیناس الصبی لا یصح ولا قیمۃ لہ ولا یضمن متلفہ وقیل بخلافہ یصح ویضمن قنیہ وفی آخر خطر المجتبی عن ابی یوسفؒ یجوز بیع اللعبۃ وان یلعب بھا الصبیان (درمختار) قال الشامی ونسبتہ الی ابی یوسف لا تدل علی ان الامام یخالفہ لاحتمال ان لا یکون فی المسئلۃ قول۔

تصاویر کے دیکھنے کا حکم

جن تصاویر کا بنانا اور گھر میں رکھنا ناجائز ہے اون کا ارادہ اور قصد کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز ہے البتہ تبعًا بلا قصد نظر پڑ جائیں تو مضائقہ نہیں جیسے کوئی اخبار یا کتاب مصور ہے مقصود اوس کا مضمون دیکھنا ہے بلا ارادہ تصویر بھی سامنے آجاتی ہے اس کا مضائقہ نہیں۔

وھذا کلہ مصرح فی مذھب المالکیۃ ومؤید بقواعد مذھبنا۔ ونصہ عن المالکیۃ ماذکرہ العلامۃ الدردیر فی شرحہ علی مختصر الخلیل حیث قال یحرم تصویر حیوان عاقل او غیرہ اذا کان کامل الاعضاء اذا کان یدوم وکذا ان لم یدم علی الراجح کتصویرہ من نحو قشر بطیخ ویحرم النظر الیہ اذ النظر الی المحرم لحرام اھ (از بلوغ القصد والمرام ص۱۹)

مسئلہ۔ اس بیان یہ بھی معلوم ہوا کہ سینما کا دیکھنا اگر دوسری خرابیوں سے قطع نظر بھی کی جائے تو اوس کی ممانعت کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ اوس میں تصاویر دکھلائی جاتی ہیں۔ پھر جب حالات پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اوس میں اس سے بھی زیادہ بہت سے منکرات و محرمات خود عمل میں آتے ہیں اور بہت سے معاصی کیلئے

اس کا دیکھنا سبب قریب بنتا ہے اس لئے اس تماشے کا دیکھنا اور دکھلانا سب ناجائز ہے اس کی خرابیوں کی پوری تفصیل اور اوس کے مہلک نتائج کو سیدی وسندی حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ علامہ تھانوی دامت برکاتہم نے ایک مستقل رسالہ تصحیح العلم فی تقبیح الفلم میں تحریر فرمادی ہے یہ رسالہ بغرض اتمام فائدہ اس رسالہ کے آخر میں بطور ضمیمہ لگادیا گیا ہے۔

جس مکان میں تصاویر ہوں اوس میں داخل ہونا

آثار صحابہ اس بارہ میں مختلف ہیں مگر عام طور پر حضرات صحابہ سے منقول ہے کہ وہ جب کسی ایسے گھر میں پہنچے جس میں تصاویر ہوں تو اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ واپس چلے آئے جیسا کہ روایات حدیث مذکورہ میں بعض ایسے واقعات و آثار نقل کیے گئے ہیں۔ اس لئے مذہب جمہور فقہاء و مجتہدین کا اس بارہ میں یہی ہے کہ ایسے مکان اور خیمہ وغیرہ میں داخل ہونا جائز نہیں جس میں تصاویر ممنوعہ موجود ہوں لما فی رد المحتار یکرہ الدخول الی بیت فیہ صور علی سقفہ او حیطانہ او علی الستور والازر و الوسائد العظام (الی قولہ) وکذا النقش التعلیق لتلک الصور والازر علی الجدار و وضع الوسائد العظام علیہ مکروہ (شامی مکروہات الصلوۃ) قال الحافظ البیت اعم من الخیمۃ والبناء کذا فی بلوغ القصد ص۳ ومثلہ فی البدائع ص۱۱۶ ج ا

مسئلہ۔ تصویر والے مکان میں اگر کوئی مریض ہو اوس کی عیادت کرنے کے لئے بھی بغیر ضرورت کے وہاں جانا جائز نہیں کما ثبت من آثار الصحابۃ وھو المصرح فی البلوغ حیث قال عیادۃ مریض فی بیتہ صور (بلوغ ص۲۰) اور مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ میں مذکور ہے کہ ایک گاؤں والا دہقان حضرت عمر فاروق رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ کو دیکھا تو سجدہ میں گر گیا فاروق اعظم نے فرمایا یہ سجدہ کیسا ہے تو اُس نے کہا کہ ہم بادشاہوں کی تعظیم اسی طرح کیا کرتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سجدہ صرف اپنے اُس رب کو کرو جس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔ پھر اُس نے عرض کیا کہ ہم نے

آپ کے لئے کچھ کھانا پکایا ہے آپ تشریف لے چلیں حضرت فاروقؓ نے فرمایا کہ کیا تمہارے گھر میں عجمیوں کی عادت کے موافق تصاویر ہیں اس نے عرض کیا کہ ہاں وہ تو ہیں حضرت فاروقؓ نے فرمایا کہ پھر ہم تمہارے گھر میں نہیں جائیں گے تمہارا جی چاہے تو کھانا یہاں بھیج دو مگر صرف ایک قسم کا کھانا ہو زائد نہ ہوں۔ دہقان نے ایسا ہی کیا حاکم نے یہ روایت مستدرک میں نقل کر کے فرمایا کہ یہ روایت صحیح الاسناد ہے مگر بخاریؒ مسلم نے اس کو نہیں لیا اور حاشیہ مستدرک میں ذہبی نے اس کی سند کے ایک شخص کے متعلق لکھا ہے کہ وہ متروک ہے۔

مسئلہ۔ لیکن ضرورت شدیدہ بہر حال مستثنیٰ ہے مثلاً کسی تصویر والے مکان میں جانا کسی معاش یا معاد کی ضرورت کے لئے ضروری ہے اور اس پر قدرت نہیں کہ وہاں سے تصاویر ہٹا دے تو ایسے وقت مصوّر مکان میں داخل ہونا جائز ہے لما فی مصنف ابن ابی شیبۃ رحمہ باب من رخص ان یدخل البیت فیہ تصاویر۔ حدثنا معتمر عن ابیہ قال سمعت الحسن یقول او لم یکن اصحاب محمد رحمہ یدخلون الخانات فیہا التصاویر و فیہ عن ابی الضحیٰ قال دخلت مع مسروق صفۃ فیہا تماثیل فنظر الی تماثیل منہا فقال ما ھذا قالوا تمثال مریم (مصنف ابن ابی شیبہ باب التصویر جلد ۲) ومن ھھنا قال الحافظ ابن التیمیہ فی الاختیارات العلمیۃ ۲۵ ویستثنیٰ منہا مواضع الضرورۃ اھ و مثلہ مر منا نقلا عن السیر الکبیر۔

مسئلہ۔ عبارات مرقومہ سے ثابت ہوا کہ اگر کسی دوسرے شخص کے مکان میں تصاویر ممنوعہ موجود ہوں اور وہاں جانے کے لئے کوئی ضرورت داعی ہو اور اس پر قدرت نہ ہو کہ تصاویر ہٹا دے تو پھر ایسے مکانات میں جانا اور بقدر ضرورت بیٹھنا جائز ہے۔

مصوّر کپڑے یا مکان میں نماز پڑھنا

مسئلہ۔ مصوّر کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے البتہ بہت چھوٹی تصویر کا جس کی تفصیل اوپر گزر گئی ہے مضائقہ نہیں۔

سہ فکذا فی الاصل الذی نقل الینا من مکتبۃ سندھ لعل الصحیح دخل ۱۲ منہ

مسئلہ جس مکان میں ممنوعہ تصویریں لگی ہوں یا معلّق ہوں اُس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے البتہ اگر تصویریں قدموں کے نیچے ہوں تو اگر سجدہ تصویر پر نہ کیا گیا تو بعض حضرات کے نزدیک جائز ہے اور بعض اس کو بھی مکروہ فرماتے ہیں (ہدایہ و شامی صفحہ ۶۰۶ ج ۱)

مسئلہ تصویر کے تحت القدم ہونے کے علاوہ سب صورتوں میں نماز مکروہ ہے لیکن کراہت کے درجات مختلف ہیں سب سے زیادہ سخت کراہت اُس تصویر میں ہے جو نمازی کے سامنے جانب قبلہ میں ہو۔ پھر وہ جو نمازی کے سر پر معلّق ہو پھر وہ جو اُس کے داہنے ہو پھر وہ جو بائیں جانب ہو اور سب سے کم کراہت اس میں ہے کہ نمازی کے پیچھے کسی دیوار وغیرہ میں ہو (کذا فی رد المحتار عن البحر صفحہ ۶۰۶ ج ۱) لیکن یہ تفاوت کراہت صرف نماز کے متعلق ہے ان تصاویر کے گھر میں رکھنے کا گناہ سب صورتوں میں برابر ہے (کما مرّ من کتب الفقہ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

دوسرے شخص کے مکان میں سے تصاویر مٹا دینا

اگر کسی شخص کے مکان میں تصاویر ممنوعہ موجود ہوں تو ہر مسلمان کے لئے اجازت ہے کہ وہ ان تصاویر کو مٹا دے یا خراب کر دے بلکہ اگر قدرت ہو یعنی کسی فتنہ اور جھگڑے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسا کرنا واجب ہے لما فی مکروھات الصلوٰۃ من رد المحتار قال فی النھر عن الخلاصہ لمن رای صورۃ فی بیت غیرہ ان یزیلہا و ینبغی ان یجب علیہ (شامی صفحہ ۶۰۷ ج ۱) و مثلہ فی البحر صفحہ ۳۱ ج ۲ - واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

خاتمہ

آخر میں اس رسالہ کو حضرت سیدی حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے ایک وعظ کی تلخیص اور ایک مستقل رسالہ پر ختم کرتا ہوں وعظ میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ دین اسلام میں کوئی تنگی نہیں ہے چونکہ تصاویر کے عام رواج سے لوگوں کے ذہن میں یہ خطرہ پیدا ہو سکتا تھا کہ اسلام پر عمل کرنا تو زندگی کے بہت سے اُمور سے ہاتھ دھونے کے بغیر نہیں ہو سکتا اس لئے یہاں اس وعظ کی تلخیص شامل کر دی گئی اور دوسرا مستقل رسالہ ہے جو سینما کے ناجائز ہونے کے متعلق ہے واللہ المستعان وعلیہ التکلان

بندہ محمد شفیع خادم دار العلوم کراچی۔
بوقت نظر ثالث جو آج ۸ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کو پوری ہوئی

خلاصۂ وعظ نفی الحرج

اس خلاصہ میں اکثر عبادت حضرت کے مطبوعہ وعظ کی بعینہا ہے
کہیں حذف مضمون کے بعد ربط کے الفاظ بڑھائے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب سے پہلی بات تو قابل غور یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دین و مذہب کی حقیقت اور اس کی پابندی کے بیش قیمت نتائج اور ابدی راحت میں غور کرے تو اس کو مذہب کی کوئی بات بھی سخت معلوم نہ ہوگی اور ہر سخت سے سخت حکم اس کی نظروں میں آسان ہو جائے گا ہر شخص اپنے روزمرہ کے کاموں میں غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ایک تھوڑی دیر کی راحت فانیہ کے لئے وہ کس قدر تکلیفیں اُٹھاتا اور محنتیں کرتا ہے ملازمت پیشہ اپنی ملازمت میں اور تجارت پیشہ تجارت میں اور زراعت پیشہ زراعت میں جس قدر سختیاں برداشت کرتے ہیں اور کڑی سے کڑی جھیلتے ہیں کسی سے مخفی نہیں مگر مہینہ یا فصل کے ختم پر جو ایک نفع کی توقع بندھی ہوتی ہے وہ ان سب تکالیف شاقہ کو آسان سمجھتا ہے ؎

رنج راحت شد چو مطلب شد بزرگ   گرد گلہ توتیائے چشم گرگ

ولنعم ما قیل ؎

گر در طلبش مارا رنج برسد شاید   چوں عشق حرم باشد سہل ست بیابانہا

دیکھئے اگر کسی مریض کے لئے طبیب نے ایک نسخہ تجویز کیا ہو کہ اس کے مرض کے لئے وہی مناسب ہو اور مریض یہ کہے کہ حکیم صاحب یہ تو بہت دشوار ہے اور سخت علاج ہے کوئی آسان تدبیر بتلائیے۔ انصاف سے بتلائیے کہ حکیم صاحب

اس کو کیا جواب دیں گے. ظاہر ہے کہ نسخہ چاک کر پھینک دیں گے اور کہیں گے معلوم ہوتا ہے کہ تجھ کو مرض ہی رہنا پسند ہے جو ذراسی دشواری سے گھبرتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین اور احکام شرعیہ کے بارے میں تنگی اور دشواری کے شبہ کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اگر فی الواقع دشوار اور تنگ بھی ہو جب بھی خواص مطلوبہ ضروریہ کی تحصیل کے لئے اس کی دشواری کو برداشت کرنا چاہیئے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ دین میں دشواری ہے اس کے کیا معنی ہیں کیونکہ اس کے دو درجے ہیں ایک تو یہ کہ قانون کی پابندی کرنی پڑتی ہے اور یہ دشوار ہے اور ایک یہ کہ خود قانون ہی سخت ہے تو اسلام میں کونسی دشواری ہے آیا یہ کہ قانون کی پابندی کرنی پڑتی ہے تو تسلیم ہے کیونکہ اس میں ضرور دشواری ہوتی ہے خواہ کتنا ہی سہل قانون ہو، مثلاً جو لوگ کہ عدالت میں نوکر ہیں اور ان کا وقت دس بجے سے ہے تو کیا کبھی یہ پابندی دشوار نہیں ہوتی ضرور ہوتی ہے اور اس وقت کہتے ہیں کہ نوکری بڑی ذلت کی چیز ہے مگر اتنی ہی بات پر اس کو کبھی چھوڑ نہ دیا، تو جب قانون کی پابندی ہوگی اس میں ضرور دشواری ہوگی تو اگر اسلام میں یہ دشواری ہے تو تسلیم ہے بلکہ اس کو تو خود ہی ثابت کرتے ہیں لَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰی اور اس سے صاف انها لکبیرۃ الا علی الخٰشعین غرض یہ دشواری تو تسلیم ہے مگر اس میں اسلام کی کیا تخصیص ہے یہ تو سبھی کام میں بلکہ کھاتے میں بھی ہے کوئی اپاہجوں سے پوچھے خاص کر واجد علی شاہ کے احدیوں سے کہ کھانا کتنا مشکل کام ہے، مشہور ہے کہ واجد علی شاہ کے یہاں دو احدی تھے ان میں باری اس طرح تھی کہ ایک لیٹا ہوا آرام کرے دوسرا بیٹھا ہوا اس کی حفاظت کرے اسی طرح ایک لیٹا ہوا تھا ایک بیٹھا ہوا، ایک سوار ادھر سے گذرا لیٹے ہوئے نے پکارا کہ میاں سوار، ذرا یہ بیر جو میرے سینہ پر رکھا ہے میرے منہ میں ڈال دو اس کو اس آرام طلبی سے سخت حیرت ہوئی اور اس سے زیادہ یہ حیرت ہوئی کہ اس کا رفیق جو پاس بیٹھا ہے اس سے اتنا کام نہیں ہوتا، اس لئے اس بیٹھے ہوئے سے کہا کہ بھائی تو ہی اس کے منہ میں ڈال دے، وہ بہت بگڑا اور کہنے لگا کہ جناب میری آپ کی لڑائی

ہوجاوے گی آپ کو کیا خبر یہ میرے ساتھ کیسا ہے کل ہیں لیٹا تھا، یہ بیٹھا تھا، مجھ کو جو جمائی آئی اس سے منہ کھل گیا ایک کتا آکر منہ میں موتنے لگا یہ بیٹھا ہوا دیکھتا رہا اور اس سے اتنا نہ ہوا کہ کتے کو ہٹادے، میں ضرور اس کے منہ میں بیر دوں گا، سوار حیرت میں غرق ہوگیا اور لاحول پڑھتا ہوا چل دیا۔

تو حضرت اگر کوئی احدیوں سے پوچھے تو ان کو کھانا بھی مشکل ہے ہمارے ایک عزیز کے دو بھائی ہیں ایک چھوٹے ایک بڑے، بڑے صاحب ہاتھ پاؤں لپیٹ کر بیٹھ جاتے ہیں اور چھوٹے سے کہتے ہیں کہ میرے منہ میں لقمے دے کر مجھ کو کھانا کھلا تو ایسی نظیریں بھی موجود ہیں اور رہیں گی تو اس طرح تو کھانے میں بھی دشواری ہے اور اس میں شرعی اور قانونی پابندیاں بھی ہیں، مثلاً یہ کہ دوسرے کی چیز نہ کھاؤ اور ڈکیتی نہ ڈالو مگر اس کو کسی نے نہ کہا کہ بڑا سخت قانون ہے وجہ یہ ہے کہ آپ کو ڈکیتی ڈالنا ہی نہیں ہے اس لئے آپ کو اس کی ممانعت کا قانون سخت معلوم نہیں ہوتا اور رشوت لینا مقصود ہے اس لئے اس کی ممانعت سخت معلوم ہوتی ہے لیکن جو ڈکیتی پیشہ ہیں ان سے کوئی پوچھے اس ممانعت کے قانون کو کتنا سخت سمجھتے ہیں، اسی طرح ایک جماعت بیہودوں کی ایسی بھی ہے کہ ان کی رائے یہ ہے کہ کوئی سلطنت نہ ہو، حالانکہ ضرورت سلطنت کا قانون امر فطری ہے مگر یہ ان کو گراں ہے تو ایسے لوگ تو انسانیت ہی سے خارج ہیں تو محض پابندی سے تو کوئی بھی نہیں بچ سکتا پھر اسلام ہی پر کون سا اعتراض ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ پابندی کی ضرورت تو تسلیم اور یہ سختی نہیں مگر خود قانون ہی بڑا سخت ہے تو واقعی یہ دشواری دشواری ہے مگر دین میں ایسی دشواری ہی نہیں کہ قانون سخت ہو، اب یہ شبہ ہوگا کہ یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے تو حقیقت میں اس میں تلبیس ہوئی ہے قانون کی سختی تو وہ ہے کہ اگر اس کو سب بھی مان لیں تب بھی دشواری پیش آوے۔

مثلاً یہ قانون ہوجاوے کہ اگر چھٹانک بھر سے زیادہ کوئی کھاوے تو پھانسی ہوگی

یہ ایسی سخت بات ہے کہ اگر سب عمل کرنے کا ارادہ کریں تب بھی سب کو تکلیف ہو اور ایک دشواری اس طرح کی ہے کہ قانون تو نرم ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ اگر سب اس پر عمل کرنے لگیں تو کسی کو بھی دشواری پیش نہ آوے لیکن اس میں ایک خاص عارض سے سختی پیش آجاوے اور وہ عارض یہ ہے کہ زیادہ آدمی اس پر عمل نہیں کرتے پس جب تھوڑے آدمی عمل کریں گے تو ان کو دوسروں کی وجہ سے ضرور تنگی ہوگی کیونکہ تعلق معاملات کا ان ہی دوسروں سے ہے تو اس کو قانون کی سختی نہ کہیں گے بلکہ اس سختی کا منشا اُن باغیوں کی بغاوت ہے، مثلاً کوئی اگر ایسی جگہ پہنچے کہ وہاں کے لوگ باغی ہوں اور یہ شخص وہاں پہنچ کر کوئی چیز خریدے اور دام دیدے پھر اس سے کہا جائے کہ گو قانون سلطنت یہ ہے کہ پورے دام لے کر پوری چیز دو مگر ہم اس قانون کو نہیں مانتے اس لئے تم کو آدھی چیز ملے گی۔

تو ایمان سے کہئے کہ یہ دشواری قانون کی ہے یا اُن بدمعاشوں کی بدمعاشی کی، قانون کا منشا تو یہ ہے کہ سیر بھر کی سیر بھر دو مگر ان بدمعاش لوگوں نے بدمعاشی کی اور سیر بھر کی آدھ سیر دی، تو اس دشواری سے اگر کوئی گورنمنٹ کو بُرا کہنے لگے تو وُہ احمق ہے یا نہیں؟ تو جو دشواری اس وقت پیش آرہی ہے وہ دشواری یہ ہے جس کو اسلام پر تھوپا جاتا ہے کوئی شخص اسلام کا کوئی ایسا قانون تبلائے کہ سب مسلمانوں کے مان لینے اور عمل کرنے کے بعد بھی اس میں دشواری پیش آوے اگر پچاس قیامتیں بھی آجاویں جب بھی شریعت کا کوئی ایک قانون بھی ایسا نہیں تبلا سکتے۔ صرف موجودہ دشواری کی وجہ یہ ہے کہ نافرمانوں سے سابقہ پڑ رہا ہے، مثلاً قرض کی ضرورت ہوئی اب جس کے پاس جاتے ہیں وہ کہتا ہے کہ سود لاؤ، تو سود کی حُرمت کا الزام شریعت پر دینا اور اپنے کئے کو اسلام پر تھوپنا ایسا ہے کہ ؎

حملہ بر خود می کنی اے سادہ مرد ہم چو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

مثنوی میں شیر کی ایک حکایت لمبی چوڑی لکھی ہے کہ ایک شیر کو ایک خرگوش نے دھوکا دیا اور کہا کہ میں تمھارے راتب کے لئے ایک موٹا خرگوش لاتا تھا راستہ میں

ایک دوسرا شیر ملا اور مجھ سے چھین لیا، شیر کو غصہ آیا کہ بتلا وہ کہاں ہے اُس نے ایک کنوئیں پر لے جا کر کھڑا کر دیا، واقعی اس میں شیر کا عکس نظر آیا بس شیر اس کنوئیں میں جا کُودا۔ اندر پہنچ کر معلوم ہُوا کہ میں نے اپنے ہی اوپر حملہ کیا تھا، مولانا اسی کو فرماتے ہیں ؎

حملہ بر خود می کنی اے سادہ مرد   ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

اسی طرح ہم کو بھی اپنی دشواری کی صورت شریعت میں نظر آتی ہے مگر حقیقت میں یہ اپنے اوپر اعتراض ہے، اس پر ایک حکایت اور یاد آئی کہ ایک حبشی نے ایک آئینہ دیکھا اس میں اپنی صورت نظر پڑی آئینہ کو بڑے زور سے پتھر پر کھینچ مارا کہ ایسا ہی بد شکل تھا تب تو کوئی بجھ کو راستہ میں پھینک گیا۔ ایک اور احمق کی حکایت ہے کہ اس کا بچہ روٹی کھا رہا تھا لوٹے میں ایک ٹکڑا گر گیا جھانکنے سے اپنی صورت نظر آئی، سمجھا کہ اس میں کوئی بچہ ہے باپ سے کہا ابا اس نے میرا ٹکڑا لے لیا، آپ چھیننے اُٹھے جھانک کر دیکھا تو اپنی شکل، بولے کہ لعنت خدا کی بڈھا ہو کر بچہ کا ٹکڑا چھین لیا تف ہے تیری اوقات پر، سو وہ کس کو تف کہہ رہے تھے اپنے کو۔

اسی طرح ہم لوگوں نے آئینہ شریعت میں اپنی شکل کو دیکھا اور وہ تنگی اپنی صفت تھی اس کو شریعت کی تنگی سمجھا، حضرت یہ ہے حقیقت تنگی کی، اور میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ ایک طبیب علاج کر رہا ہے اور بہت شفیق بھی ہے مگر نہ ایسا آزاد کہ خاک پتھر سب کی اجازت دے دے۔ ظاہر ہے کہ جب غذائیں کھائی جاویں گی تو کسی چیز کی تو ضرور ہی ممانعت ہوگی، اتفاق سے ایک دیہاتی پہنچا کہ صاحب کھاؤں کیا، جواب دیا بکری کا گوشت پالک، وہ بولا یہ تو ملتا نہیں، کہا مونگ کی دال، کہا یہ بھی نہیں ملتی، کہا فیرینی، کہنے لگا یہ بھی نہیں ہے، پھر خود پوچھا بینگن کھالوں، کہا ہرگز نہ کھانا، کریلا کو پوچھا، اس کو بھی منع کیا، آلو سے بھی منع کر دیا تو دیہاتی نے کہا کہ صاحب ہمارے یہاں تو یہی چیزیں ملتی ہیں۔ طبیب نے کہ فتوئی طب کا تو یہی ہے دیہاتی نے باہر آکر کہا کہ صاحب یہ تو بڑے سخت ہیں کہ یہ بھی نہ کھاؤ

وُہ بھی نہ کھاؤ، تو کیا طبیب پر یہ الزام صحیح ہے یا یہ کہا جاوے گا کہ وسعت تو یہ ہے کہ متعدد چیزوں کی سب کی اجازت دے دی لیکن وہ مقام ایسا کوڑہ ہے کہ بجز مُضر چیزوں کے وہاں کچھ ملتا ہی نہیں، تو یہ طب کی تنگی تو نہیں اس شخص کے گاؤں والوں کی معاشرت کی تنگی ہے۔ اسی طرح حاجت ضروریہ پر نظر کرکے دیکھئے کہ معاش کی ضروری سبیلوں کو جو کہ قریب الوقوع ہیں اگر پچیس آپ نکالیں گے تو بیس کو شریعت یجوز کہے گی اور پانچ کو لایجوز، لیکن اگر آپ کے ملک والے ہمیشہ ان ہی پانچ کو استعمال کریں اور بیس کو متروک کردیں تو یہ تنگی معاشرت کی ہوئی یا قانون شریعت کی۔

پس یہ الزام تو بحمد للہ بوجہ احسن و اکمل رفع ہوگیا اور اگر اس کی تصدیق میں شبہ ہو تو علم دین پڑھئے اس سے معلوم ہوگا کہ شریعت نے ابواب معاش میں کس قدر توسع کیا ہے۔ اب صرف ایک فریاد رہ گئی ہے اس میں جی چاہتا ہے مسلمانوں کی ہمدردی کرنے کو وہ یہ ہے کہ یہ تو سمجھ میں آگیا کہ شریعت میں تو دشواری نہیں مگر حالت موجودہ میں اس عارض کے سبب کہ ہم کو سابقہ ایسوں سے پڑا ہے جو شریعت پر عمل نہیں کرتے عارضی دشواری تو ہوگئی تو ہم پر تو دشواری کا اثر آخر پہنچ گیا البتہ اعتقاد درست ہوگیا کہ شریعت میں دشواری نہیں مگر عمل کس طرح سے کریں، کیا لین، دین چھوڑ دیں کیونکہ نوکریاں اکثر ناجائز، معاملات اکثر ناجائز، تجارت اکثر ناجائز، تو یہ ایک فریاد، قابلِ استماع ہے۔ سو اس کے متعلق بھی سُن لیجئے اس میں قدرے تفصیل ہے وہ یہ کہ آپ نے جو چند معاملات کو دیکھ کر اس عارضی دشواری کے اعتبار سے عام حکم کردیا کہ سب ہی دشوار ہے غیر مسلّم ہے، سمجھئے کہ ایسے اعمال دو قسم کے ہیں ایک تو وہ کہ ان کی اصلاح کرنے سے معاش کی گاڑی کچھ اٹکتی ہے اور ایک وہ کہ ان کی اصلاح سے معاش کا کچھ بھی نقصان نہیں، مثلاً وضع شریعت کے مطابق بنائے نماز روزہ کرے حج کرے تکبر نہ کرے، باجا گانا چھوڑ دے تو بتلائیے اس میں معاش کا کیا نقصان ہے تو اس میں تو آپ آج ہی سے اصلاح کر لیجئے پس زیادہ اعمال تو آپ کے آج ہی سے

درست ہو جائیں گے کیونکہ پچاس عمل میں چالیس ایسے نکلیں گے کہ محض گناہ بے لذت ہیں کہ خواہ مخواہ آپ نے ان کو اپنے پیچھے لگا رکھا ہے آگے دس ہی رہ جائیں گے اس میں اگر آپ کی اصلاح نہ بھی ہوئی تو چونکہ غالب درجہ اعمال صالحہ کا موجود ہو چکا ہے اس لئے حق تعالیٰ سے اُمید ہے کہ بقیہ اعمال کو جو کہ مغلوب و قلیل ہیں درست فرماویں گے جیسے ایک شعلہ جوالہ کو دیکھنے میں پورا دائرہ شعلہ نظر آتا ہے حالانکہ اس میں بہت چھوٹی قوس نورانی ہے اور بڑی قوس ظلمانی، مگر جب نور و ظلمت جمع ہوتے ہیں تو نور ہی غالب آتا ہے اور اس درستی میں گویا کہا جا سکتا ہے کہ اس کی خاصیت ہی یہی ہے جیسے مقناطیس کہ بالخاصہ جاذب حدید ہے پس اگر ہم یہ کہیں کہ اعمال صالحہ میں بھی خاصیت یہی ہے کہ بقیہ اعمال کو درست کر دیتے ہیں تو اس کا دعویٰ ہو سکتا ہے مگر میں اس کا راز بھی بتلاتا ہوں کہ اعمال صالحہ میں ایک اثر ہے کہ اس سے قلب میں قوت ہوتی ہے اور صحابہ کی ترقی کا راز یہی ہے ہم نے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ بیماری میں اُٹھا نہیں جاتا مگر نماز کے وقت بلا تکلف کھڑے ہو کر نماز ادا کر لیتے ہیں خوب کہا ہے ؎

ہر چند پیر و خستہ و بس ناتواں شدم
ہر گہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم

ان کی خدمت میں جب جی چاہے جا کر دیکھ لیجئے، غرض طاعت سے قوت ہوتی ہے اور اصلاح نہ کرنے کا صرف یہی سبب تھا کہ ہمت نہیں ہوتی تھی مگر جب قوت ہو گی تو تمام موانع مضمحل ہو جائیں گے اور اگر کوئی اس ڈر سے کہ کبھی اصلاح ہو جائے یہ تدبیر بھی نہ کرے تو دوسری بات ہے جیسے کسی نے یہ سُن کر کہ چاند دیکھنے سے روزہ فرض ہو جاتا ہے کہا تھا کہ ہم چاند ہی نہ دیکھیں گے۔

غرض اس طرح قوت پیدا ہو جاتی ہے اور ضعف جاتا رہتا ہے یہ ہے وہ راز، اور اگر بالفرض اصلاح بھی نہ ہوئی تو ایک اور بات تو ضرور پیدا ہو جائے گی کہ اس معصیت کی مذمت آپ کے قلب میں جمتی چلی جائے گی اور اس سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور

یہ مذمت ونفرت آپ کی اصلاح کردے گی اور آخری بات یہ ہے کہ اگر اس طرح بھی اصلاح نہ ہوئی تو جرائم تو گھٹ گئے اگر ایک شخص پر چار جُرم قائم ہوئے اور وکیل نے کہا کہ تین تو ٹل سکتے ہیں مگر ایک نہیں ٹل سکتا تو کیا کوئی یہ کہے گا کہ چو آب از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یکدست ہرگز نہیں بلکہ تخفیف ہی کو غنیمت سمجھیں گے۔ تو اسی طرح آپ بھی پچاس جرائم میں سے دس ہی کے مجرم رہ گئے۔

اب وہ حصہ رہ گیا جس میں تغیر کرنے سے معاش کا حرج ہے تو اوّل تو چونکہ آپ کو شریعت کے احکام نہیں معلوم ہیں اس وجہ سے بہت افعال ناجائزہ صادر ہوجاتے ہیں اگر آپ احکام کی تحقیق کیجیئے گا تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تھوڑے سے تغیر سے وہ ہی جائز ہوجائے گا مثلاً اگر آپ نے چاندی خریدی تو اس میں مسئلہ یہ ہے کہ چاندی کا مقابلہ اگر چاندی سے ہو تو زیادتی کمی حرام ہے اب اگر کہئے کہ صاحب اچھا مسئلہ سُنا کہ نرخ کے حساب سے تو سو روپیہ کی چاندی ایک سو بیس بھر آتی مگر اب سو روپیہ کی سو ہی روپیہ بھر ملی اچھا عمل کیا کہ بیس روپیہ کا خسارہ ہوا، اب ساری عمر کے لئے مولویوں کو خیر باد کہہ دیں گے، تو سنئے بات یہ ہے کہ اگر مولوی صاحب سے یوں پوچھتے کہ مولوی صاحب چاندی میں زیادتی حرام ہے تو اب اگر اس پر اس خاص صورت میں عمل کریں تو بڑا نقصان ہوگا، کیا کوئی جائز شکل بھی معاملہ کی ہے تو مولوی صاحب یوں کہتے کہ ان روپیوں میں ایک گنی بھی ملالو تو ایک سو بیس بھر جو چاندی آئے گی تو پچاس روپیہ بھر تو پچاس روپیہ کی آئے گی اور باقی کو اس گنی میں شریعت محسوب کردے گی، تم کو نیت کرنے کی بھی ضرورت نہیں، شریعت خود فیصلہ کرچکی ہے تو اب بتلائیے کہ کیا نقصان ہوا، اب مشکل تو یہ ہے کہ علماء سے پوچھتے بھی نہیں، صاحبو، پوچھتے تو رہو اور میں یہ تو نہیں کہتا کہ سب کو مولوی صاحب جائز ہی کہہ دیں گے کیونکہ شریعت ان کے گھر کی تو ہے نہیں کہ وہ اپنے اختیار سے جسے چاہے جائز کردیں جیسا کہ ایک مطوف سے ایک بڑھیا نے صفا مروہ کی سعی میں کہا تھا کہ مولوی صاحب اب تو معاف کردو۔

اسی طرح بعض لوگ یوں چاہتے ہیں کہ علمائے ہند مثل بعض علماءِ مصر کے کرنے لگیں

ان بعض علماء نے ایسا کر رکھا ہے کہ جو دنیا میں ہو رہا ہے سب جائز، تو یہاں کے لوگ بھی یہی کرانا چاہتے ہیں علماء سے، جیسے ایک رئیس نے ایک نوکر سے یہ کام لیا تھا کہ جو ہماری زبان سے نکلے تم اس کی تصدیق کر کے توجیہ کر دیا کرو چنانچہ ایک بار اس رئیس کے منہ سے نکلا کہ ہم شکار کو گئے ایک ہرن پر گولی چلائی وہ اس کے سم کو توڑ کر ماتھے کو پھوڑ کر نکل گئی سب اہلِ مجلس ہنسنے لگے کہ سُم اور ماتھے کا کیا جوڑ، نوکر بولا سچ ہے حضور وہ اس وقت سُم سے پیشانی کھجلا رہا تھا، تو حضور علماء سے تو ایسی نوکری ہوتی نہیں نہ ہم اتنے ذہین ہیں اور نہ خدا کرے کہ ہوں۔

تو حاصل یہ کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب کو جائز کہہ دیں مگر پوچھ کر دیکھو تو بہت سے اشکالات کا جواب مل جائے گا، تو بہت بڑا حصہ اس عارضی دشواری کا اس طرح ختم ہو جائے گا، ہاں بعض امور پھر بھی ایسے رہ جائیں گے کہ وہ بالکل ناجائز ہوں گے مگر اس میں بھی دو درجے ہیں ایک تو وہ کہ اس کو چھوڑ کر دوسرے کام میں لگ سکتے ہیں پس اس کو تو چھوڑ دیا جائے، کیونکہ اس کا چھوڑنا مُضر حوائج ضروریہ نہیں، اور ایک درجہ وہ ہے کہ اس کو چھوڑ نہیں سکتے کیونکہ دوسرے کام اس کے حوائج ضروریہ کو کافی نہیں تو بادل ناخواستہ اس کو کرتے رہو اور گو یہ جائز تو نہ ہوں گے مگر اس کے متعلق ایک دستور العمل ایسا بتلاتا ہوں کہ اس سے ایسے جرائم خفیف ہو جائیں گے وہ یہ کہ اس میں دو بڑا تدارک کرنا چاہیئے ایک تو یہ کہ ہر روز توبہ کیا کرے، اب تو یہ غضب ہے کہ لوگ توبہ کی حقیقت نہیں سمجھتے، توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ کیا اس پر پچھتائے اور دعا کیجئے کہ اے اللہ مجھے معاف کیجئے مواخذہ نہ فرمائیے تو یہ کیوں نہیں کرتے کیا ایسا کرنے سے نوکری سے موقوف ہو جاؤ گے ہرگز نہیں بلکہ تم نوکر ہی رہو گے۔

دوسرے یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ کوئی دوسری سبیل میرے لئے نکال دیجئے تو اس میں یا تو کوئی سبیل نکلے گی اور جو کوئی دوسری سبیل نہ نکلی تو یہ شخص شرمندہ گنہگار کی فہرست میں تو لکھا جائے گا جری گناہ گاروں کی فہرست میں نہیں لکھا جائے گا اور یہ توسع آپ میری ہی زبان سے سنیں گے اور اس توسع میں راز شرعی یہ ہے کہ اگر چھوڑنے پر مجبور کیا

جائے تو شاید اس کو چھوڑ کر اس سے بھی زیادہ کسی گناہ شدید میں مبتلا ہو جائے مثلاً یہی کہ چلو آریہ نہیں تو یہ توسع ایں بلا دفع بلاہائے بزرگ کا مصداق ہے اور میں کفر سے بچا رہا ہوں کیونکہ جب آدمی نادار ہوتا ہے تو خدا جانے کیا کیا اس کو سوجھتا ہے۔

ہمارے حضرت حاجی صاحب جب تھانہ بھون میں رہتے تھے ایک پٹھان حضرت کی خدمت میں دعا کرانے آیا کرتے تھے کہ مجھ پر ایک شخص نے جائداد کے معاملہ میں بڑا ظلم کر رکھا ہے حضرت دعا فرما دیتے ایک بار آکر کہنے لگا کہ اب تو اس نے حد ہی کر دی اور جائداد غصب کرنے کو ہے، حضرت نے فرمایا بھائی صبر کر، اس نے کہا بہت اچھا، دفعتہً حافظ محمد ضامن صاحب حجرہ میں سے نکل آئے اور اس پٹھان سے فرمایا ہرگز صبر مت کرنا جاؤ نالش کرو اور ہم دعا کریں گے اور حضرت سے فرمایا کہ آپ تو صابر شاکر تھے سب چھوڑ کر بیٹھ رہے اس میں تو اتنی قوت نہیں یہ اگر اسباب معاش کو چھوڑ دے گا تو جب حاجت ستاوے گی یہ جھوٹی گواہی دے گا چوری کرے گا تو ایسوں کو صبر نہیں کرایا کرتے، تو یہ اصل راز ہے اس توسع کا آپ کسی سے اتنی گنجائش نہ سنیں گے مگر یہ اس لئے ظاہر کر دیا گیا کہ یہ کفر سے بچاتا ہے لیکن خدا کے لئے اس کو آپ تمام معاصی میں آڑنہ بنالیں کہ یہ نحبہ تو بہت اچھا ہاتھ آیا، بات یہ ہے کہ اوّل تو یہ بہت تھوڑا حصہ ہے سب معاصی میں اس کا توڑ یہ نہیں ہو سکتا دوسرے اس میں یہ قید بھی تو لگی ہوئی ہے کہ اس سے نکلنے کی ہر وقت فکر کرتے رہو جیسے کوئی پاخانہ میں بیٹھا ہو اور تقاضا نکلنے کا رہتا ہے۔ اس پر مجھے ایک حکایت یاد آئی ایک رئیس صاحب ریل میں بیٹھے ہوئے تھے اور کہیں جگہ نہ تھی مگر انھوں نے کئی آدمیوں کی جگہ گھیر رکھی تھی اور کوئی کچھ کہتا تو دھمکاتے، آخر ضرورت سے پاخانہ میں گئے تو چٹخنی لگ گئی اور ان کے کھولنے سے نہ کھلی، بڑے پریشان، لوگوں سے التجا کی سب نے انکار کر دیا، آخر بڑی سماجت کے بعد لوگوں نے دوسروں کو تنگ نہ کرنے کی قسم کھلائی یہ بھی نہ دیکھا کہ پاخانہ ہے اس میں قسم کھلانا جائز نہیں تو جس طرح وہ پاخانہ سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اسی طرح حرام نوکری میں ایسے ہی رہو گیا کوئی پاخانہ میں جا کر فخر

کرتا ہے بلکہ قید سمجھتے ہیں مگر مجبوری میں کیا کریں بس اس کی یہ حالت ہوگی کہ ؎

چونکہ بر میخنت بہ بندد بستہ باش
چوں کشاید چابک و برجستہ باش

تو نکلنے کی فکر تو کرو کوشش تو کرو گو کچھ اُمید بھی نہ ہو اسی کو فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید   خیرہ یوسف وار می باید دوید

یوسف علیہ السلام کا قصہ یہ ہوا کہ جب زلیخا نے دروازہ بند اور مقفل کر لیا اور آپ نکلنے کے لئے دوڑے ہیں عجیب توکل اور ہمت تھی کہ باوجود قفل لگے رہنے کے دوڑے اور آخر قفل ٹوٹ کر سب دروازے کھل گئے اس کو فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید   خیرہ یوسف وار می باید دوید

اور اگر نہ بھی کھلے گا تو حق تعالیٰ یہ تو دیکھیں گے کہ یہ تو دوڑا ٹکر بھی لگ گئی اتنے پر بھی فضل ہو جائے گا۔

اب بتلائیے اس میں کونسی چیز مشکل ہے میں تو نوکری نہیں چھڑاتا مگر نفور رہیں سو یہ کیا مشکل ہے اب تو یہ بھی نہیں بلکہ معصیت پر ناز ہے بیباکی ہے سو یہ فخر کیسا اور تکبر کیسا اور اہل دین کو ذلیل کیوں کہا جاتا ہے سو اہل اسباب کا علماء کے ساتھ بڑا اختلاف معاش کے باب میں تھا مگر اس سے زیادہ معاش کے متعلق کیا گنجائش ہو سکتی ہے تو اب کونسا مرتبہ اختلاف کا رہ گیا نرا قانون تو دشوار ہے نہیں اور قانون سخت نہیں صرف بات یہ تھی کہ لوگوں کی طرف سے دشواری ہو جاتی ہے تو اس میں بہت بڑی فہرست اصلاح کی تو معاش میں مخل ہی نہیں اور جو مخل ہے اس کا بڑا حصہ تدبیر سے جائز ہو سکتا ہے اور جو تدبیر سے بھی جائز نہ ہو سکے وہ اولاً مختصر ثانیاً اس میں اس طرح رہنے کی اجازت کہ اس سے نکلنے کی کوشش اور کئے پر پچھتانا اور توبہ کرتے رہنا تو اب وہ کونسا جزو ہے جس پر یہ اشکال ہے کہ شریعت کی پابندی بہت سخت ہے تو بحمد اللہ بے غبار یہ ثابت ہو گیا کہ ماجعل علیکم فی الدین من حرج الآیہ۔

تمّت خلاصہ نفی الحرج

مسئلہ زیر بحث یعنی مسئلہ تصویر بھی اس عام ضابطہ سے خارج نہیں ہوسکتا جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے آخری باب میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ باوجود اس عالمگیر وبا کے جو تصاویر کی صورت میں پھیلی ہوئی ہے اور بظاہر دنیا کا کوئی کام اس سے بچا ہوا نہیں، لیکن اس وقت بھی اگر کوئی شخص شرعی فتویٰ کی پابندی کرنا چاہے تو اس کا کوئی ضروری مقصد فوت نہیں ہوتا، واللہ ولی التوفیق وعلیہ التکلان۔

ضمیمہ

تصحیح العلم فی تقبیح الفلم

ازافاضات حضرت مجدد الملت حکیم الامۃ فقیہ العصر حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بائسکوپ کے پردہ پر خلفائے اسلام، شاہان اسلام اور رہنمایان اسلام کی تصویریں متحرک، بولتی گاتی اور ناچتی دکھائی جائیں اور خواتین اسلام کو بائسکوپ کے ذریعہ سے پبلک میں بے پردہ پیش کیا جائے تو کیا شریعت اسلامیہ اس فعل کو جائز قرار دیتی ہے یا شریعت اسلامیہ کے نزدیک یہ فعل ناجائز ہے اور کیا حکم دیتی ہے شریعت اسلامیہ اُن حضرات کے بارہ میں جو اس فعل کے جواز کی حمایت میں پروپیگنڈا کرتے ہیں اور مسلمانوں کو متحرک تصاویر اور بولتی تصاویر کی طرف رغبت دلاتے ہیں بیّنو اتوجروا۔

الجواب: شریعت اسلامیہ میں جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً معصیت ہے خواہ کسی کی تصویر ہو اور خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ فی جمع الفوائد من السنۃ عن عائشۃؓ قدم صلی اللہ علیہ وسلم من سفر وقد سترت بقرام علی سھوۃ لی فیہ تصاویر فنزعہ وقال اشد الناس عذابا یوم القیامۃ الذین یضاھون بخلق اللہ ۔ اور کسی مسلمان کی تصویر بنانا اور زیادہ معصیت ہے کہ اس میں ایسے شخص کو آلۂ معصیت بنانا ہے جو اس کو اعتقاداً قبیح جانتا ہے اور اسی اصول پر حق تعالیٰ کی قسم معصیت پر کھانے پر خاص تشنیع فرمائی گئی ہے فی تفسیر الجلالین ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ای نصبا لھا بان تکثروا الحلف بہ ان لا تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس فی الکمالین نصبا ای علما للایمان فی القاموس النصب بضمتین کل ما جعل علما ای لا

تجعلوا اللہ معرضا لایمانکم۔ اگرچہ اُس تصویر کی طرف کوئی امر مکروہ بھی منسوب نہ کیا گیا ہو محض تفریح و تلذذ ہی کے لئے ہو کیونکہ محرمات شرعیہ سے تلذذ بالنظر بھی حرام ہے فی الدر المختار کتاب الاشربۃ وحرم الانتفاع بھا لا بالخمر) ولو لسقی دواب او لطین او نظر للتلہی اور اگر اس کی طرف کسی نقص یا عیب کو بھی منسوب کیا جائے تو اُس میں ایک دوسری معصیت یعنی غیبت بھی منضم ہو گئی کیونکہ غیبت صرف کلام ہی میں منحصر نہیں نقوش قلم یعنی کتابت سے بھی ہوتی ہے اسی طرح اُس عیب کی ہیئت بنانے سے بھی ہوتی ہے بلکہ یہ سب سے اشد ہے فی احیاء العلوم۔

بیان الغیبۃ لا تقتصر علی اللسان اعلم ان الذکر باللسان انما حرم لان فیہ تفہیم الغیر نقصان اخیک وتعریفہ بما یکرھہ فالتعریض بہ کالتصریح والفعل فیہ کالقول والاشارۃ والایماء والغمز والھمز والکتابۃ والحرکۃ وکل ما یفہم المقصود فھو داخل فی الغیبۃ وھو حرام فمن ذلک قول عائشۃ علینا امرأۃ فلما ولت ومأت بیدہا انہا قصیرۃ قال علیہ السلام اغتبتیہا (ابن ابی الدنیا و ابن مردویہ من روایۃ حسان ابن مخارق وحسان وثقہ ابن حبان و باقیہم ثقات کذا فی تخریج العراقی باختلاف یسیر فی بعض الالفاظ) ومن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فھو غیبۃ بل ھو اشد فی الغیبۃ لانہ اعظم فی التصویر والتفہیم ولما رای صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ حاکت امرأۃ قال ما یسرنی انی حاکیت انسانا ولی کذا وکذا ر تقدم فی الآفۃ الحادیۃ عشر عن ابی داؤد والترمذی وصححہ کذا فی تخریج العراقی) وکذلک الغیبۃ بالکتابۃ فان القلم احد اللسانین وذکر المصنف شخصا معینا وتہجین کلامہ فی الکتاب غیبۃ الخ۔ اسی طرح اُس منسوب الیہ کی تصویر کی کوئی خاص ہیئت بنانا بھی ایسا ہی ہے جیسے خود اُس شخص کی طرف اُس وصف کو منسوب کرنا مثلاً مخدرات کی تصاویر کو بے پردہ ظاہر کرانا فی صحیح البخاری غزوۃ الفتح عن ابن عباس رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم ابی ان یدخل البیت وفیہ الآلہۃ فامر بہا فاخرجت فاخرج صورۃ ابراھیم واسمٰعیل فی ایدیہما من الازلام فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قاتلہم اللہ لقد علموا ما استقسما بہا قط ثم دخل البیت الحدیث اگرچہ وہ نقص یا عیب واقع میں بھی اُس میں ہو تب بھی اُس کی غیبت باقسامہا حرام ہے اور اگر واقع کے خلاف ہو تو غیبت سے بڑھ کر وہ بہتان ہے عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ فقال رجل ارایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ ما تقول فقد بھتّہ (جمع الفوائد عن ابی داؤد والترمذی) اور جس کی طرف کوئی نقص یا عیب منسوب کیا گیا ہے اگر علاوہ مسلمان ہونے کے اس میں اور کوئی وجہ بھی احترام کی ہو جیسے سلاطین اسلام میں ان کی اہانت اور زیادہ موجب انتقام خداوندی ہے لحدیث من اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ اللہ (ترمذی) اور جس کی تنقیص یا اہانت مذموم ہے اس کی طرف جو چیزیں خصوصیت کے ساتھ منسوب ہیں ان کی اہانت کا بھی وہی حکم ہے جیسے اُن کی بیبیاں وغیرہا چنانچہ کفار عرب حضرات صحابہؓ کی بیبیوں کے نام اپنے اشعار میں عشق بازی کے عنوان سے ذکر کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو ایذا قبیح میں شمار فرمایا فی الجلالین ولتسمعن من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم الیھود والنصارٰی ومن الذین اشرکوا من العرب اذی کثیرًا من السب والتشبیب بنسائکم اور زوجیت یا قرابت کی نسبت تو بڑی چیز ہے استعمال کی نسبت بھی حرمت تنقیص کے لئے کافی ہے جیسے کسی کے استعمالی کپڑے میں عیب نکالنا فی احیاء العلوم بیان معنی الغیبۃ واما فی ثوبہ فکقولک انہ واسع الکم طویل الذیل وسخ الثیاب اور اگر وہ تصویر کسی مشتہاۃ کی ہو تو نظر بد کی معصیت کا اس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور تصویر تو صاحبِ تصویر کی پوری حکایت ہے اجنبیہ کے تو کپڑے کو بھی بدنفسی سے دیکھنا حرام ہے فی رد المحتار باب الحظر والاباحۃ مفادہ ان رؤیۃ الثوب بحیث یصف حجم العضو ممنوعۃ ولو کثیفا لا تری البشرۃ منہ وفیہ فی بحث النظر الی الاجنبیۃ من المرأۃ او الماء بخلاف النظر لانہ انما منع منہ خشیۃ الفتنۃ والشھوۃ وذلک موجود ھٰھنا وفیہ فی احکام ستر العورۃ ان النظر الی ملاءۃ الاجنبیۃ بشھوۃ حرام بالخصوص اگر غیر مسلموں کو خواتین مسلمات کی تصاویر کی طرف بدنفسی کے ساتھ نظر کرنے کا موقع دیا جائے کیونکہ بدنفسی[بدنیتی ۱۲] سے نظر کرنا شریعت میں ایک گونہ بدکاری ہے بنص الحدیث اور ایسی بدکاری کہ مرد غیر مسلم ہو اور عورت مسلم بلکہ ایسے موقع پر نکاح بھی اس درجہ

امر شدید ہے کہ اس کے احکام علماء مجتہدین کے لئے محل بحث ہو گئے ہیں اور جس کو مسلمان کے مرتد بنانے کی اور اسلام اور قرآن میں طعن کرنے کی اور حربیوں سے سازش کرنے کی برابر قرار دیا گیا ہے نمونہ کے طور پر اس کے متعلق ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔ فی الدر المختار فصل الجزیۃ قلت ومذھب الشافعیۃ مافی المنہاج وشرحہ لابن حجر ولو زنی بمسلمۃ او اصابھا بنکاح اودل اھل الحرب علی عورۃ المسلمین او فتن مسلما عن دینہ اوطعن فی الاسلام او القراٰن الخ اور ان سب سے بڑھ کر شناعت میں وہ صورت ہے جس میں مقتدایان دین کی اہانت ہو کہ درحقیقت وہ اہانت اسلام کی ہے جس کا تحمل کسی طرح طبعاً اور شرعاً ممکن نہیں۔ فی جمع الفوائد عن الکبیر عن ابی امامۃ رفعہ ثلثۃ لا یستخف بہم الامنافق ذوالشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط وفیہ عن الترمذی عن عبداللہ بن مغفل مرفوعاً اللہ اللہ فی اصحابی من اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ اور جب ایسی فلموں کے قبائح معلوم ہو گئے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ بقدر اپنی قدرت کے گو وہ قدرت حکومت سے استعانت ہی کے طور پر ہو ان کے انسداد میں کوشش کریں اور تماشا دیکھنے والوں کو ان قبائح پر مطلع کر کے شرکت سے روکیں ورنہ اندیشہ ہے کہ سب عقاب خداوندی میں گرفتار ہوں ابوداؤد مرفوعا مامن قوم یعمل فیہم بالمعاصی ثم یقدرون علی ان یغیروا ثم لا یغیرون الا یوشک ان یعمہم بعقاب (مشکوٰۃ) اور جب ساکتین کے لئے یہ وعید ہے تو ترغیب دینے والے کس درجہ کی وعید کے مستحق ہوں گے روی ابوداؤد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا عملت الخطیئۃ فی الارض من شھدھا فکرھھا کان کمن غاب عنہا ومن غاب فرضیھا کان کمن شھدھا رای باشرھا وشارک اھلہا۔

اشرف علی

۱۸ر شعبان ۱۳۵۰ھ ہجری نبوی